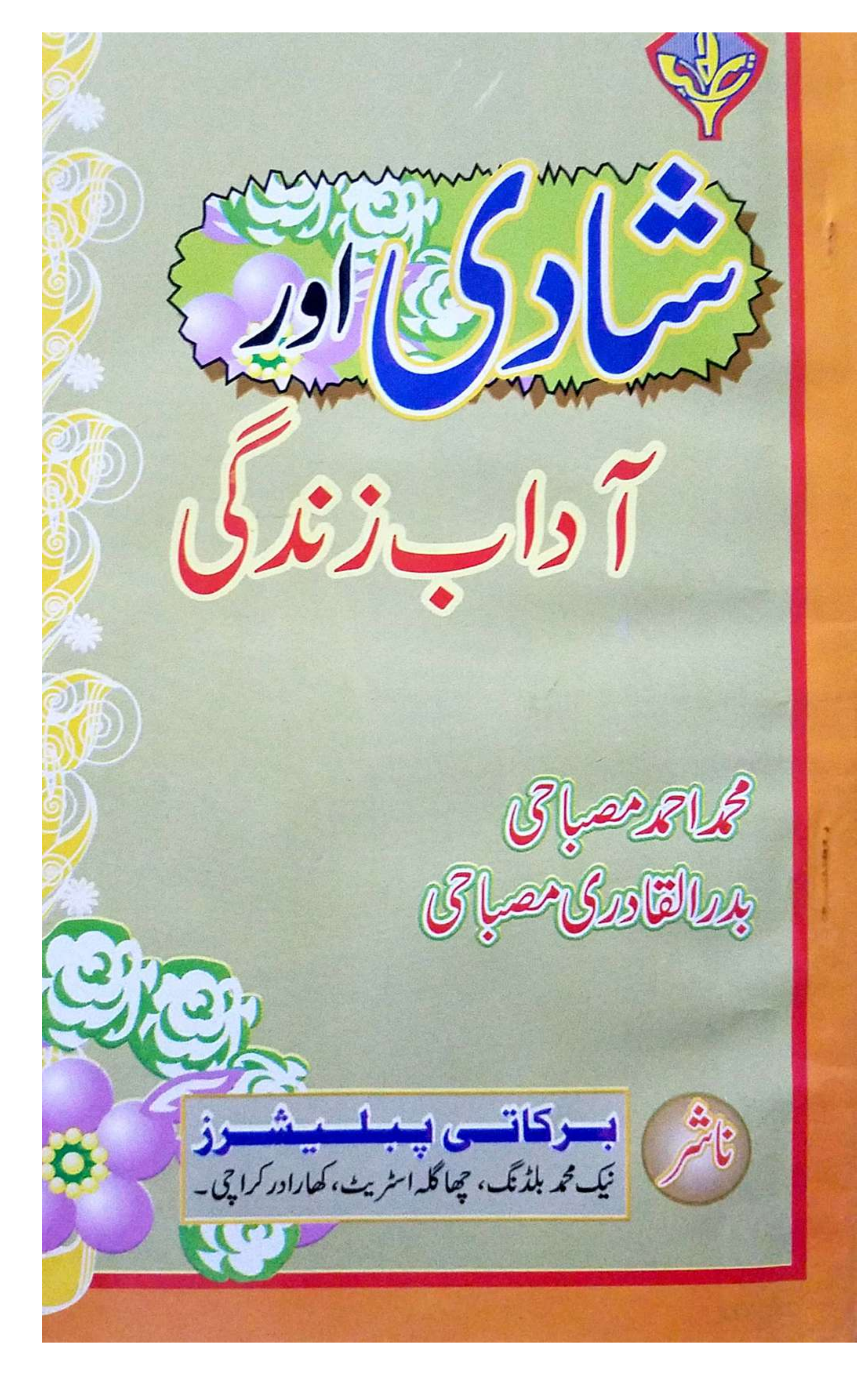
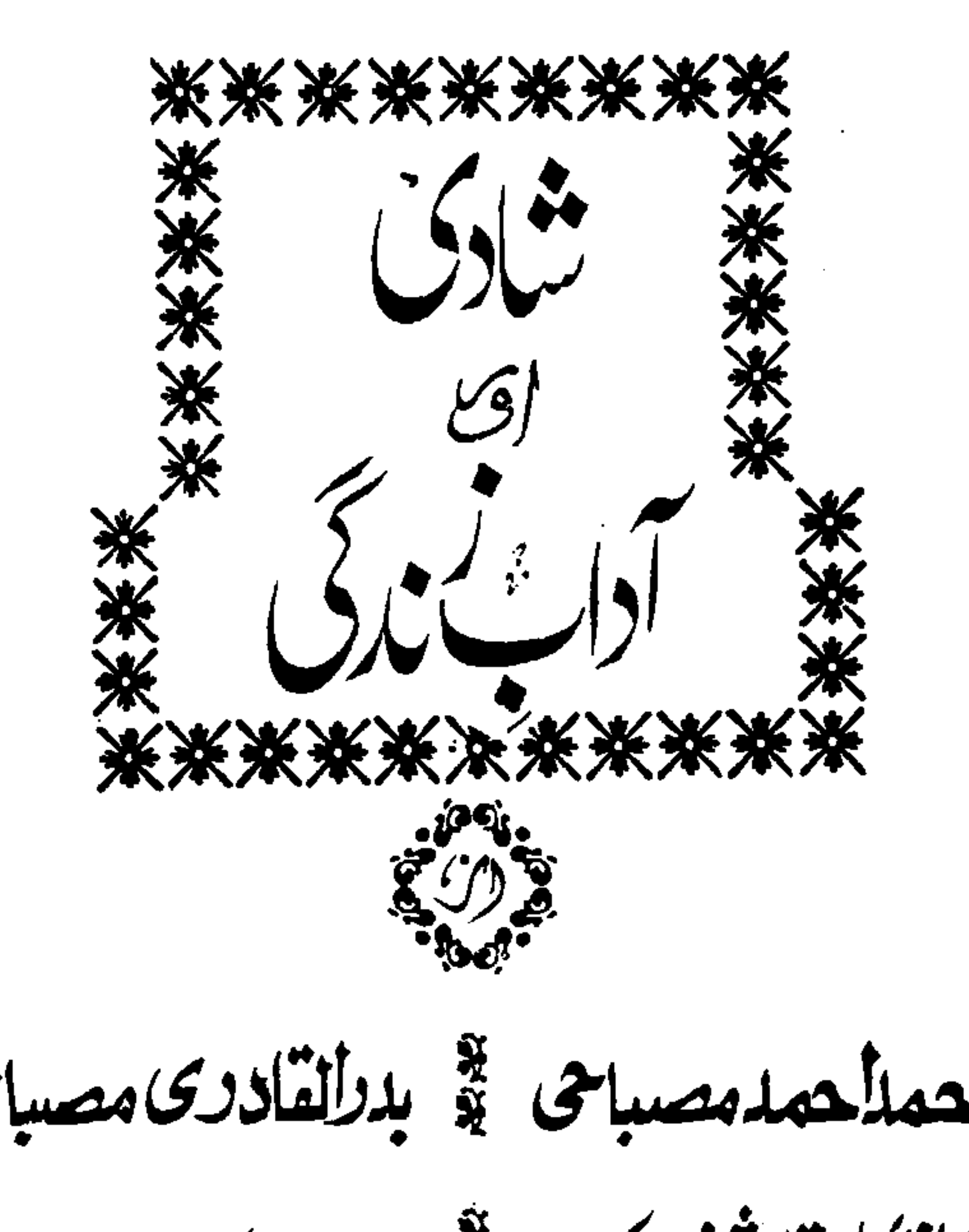


شادی اور
آداب زندگی
محمد احمد مصباحی
بدر القادری مصباحی
ناشر
برکاتی پبلیشرز
نیک محمد بلڈنگ، چھاگلہ اسٹریٹ، کھارادر کراچی۔



شادی اور آداب زندگی

از

محمد احمد مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

بدر القادری مصباحی
دی ہیگ ہالینڈ

ناشر

برکاتی پبلیشرز

نیک محمد بلڈنگ، چھاگلہ اسٹریٹ، کھارادر کراچی۔

کتاب کا نام:	"شادی اور آداب زندگی"
مصنف:	محمد احمد مصباحی، بدر القادری مصباحی
پروف ریڈنگ:	ایاز احمد مصباحی
اشاعت بارسوم:	اکتوبر ۲۰۰۳ء
تعداد:	ایک ہزار
قیمت:	
ناشر:	برکاتی پبلیشرز کراچی

طابع

امینِ ملت ٹریڈنگ کمپنی

نور مینشن کھڈہ مارکیٹ کراچی

فون :- 7526320

حرفِ اوّل

اسلام ایک آفاقی نظام حیات اور عالمی دستور زندگی ہے۔ جس میں مہد سے لحد تک تمام مسائل حیات کا کامل حل موجود ہے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پوری دنیا کے لئے ہادی و رہبر بنا کر مبعوث کیا گیا۔

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس		اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی
بشیرًا و نذیرًا		رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی
	(پ ۲۲ ع ۹)	ہے۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اور انسانی زندگی کا تو کوئی گوشہ ایسا ہے ہی نہیں جسے اس دین مبین نے تشنۂ بیان رکھا ہو۔

ونزّلنا علیک الکتٰب		اور ہم نے تم پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز
تبیانًا لکل شیئ	(پ ۱۴ ع ۱۴)	کا روشن بیان۔

نکاح اور عقد و رشتۂ ازدواج کی رسم ہی نوع انسان کی بنیادی اور فطری ضرورت ہے اسی لئے ہر طبقۂ انسانی میں یہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ اور تقریبًا دنیا کے تمام مذاہب نے اس کے لئے کچھ نہ کچھ دستور اور قانون بھی وضع کئے ہیں لیکن تقریبًا سبھی نے اسے صرف ایک رسمی ضرورت اور تفریح سے زیادہ نہ تو سمجھانے کی کوشش کی اور نہ ہی اس کے دیرپا اور دور رس نظریہ کو پیش نظر رکھا۔ مگر اسلام۔ نے اپنے دوسرے قوانین و ضوابط کی طرح نکاح اور رشتۂ ازدواج کے احکام کو بھی انتہائی شرح و بسط اور وضاحت و صراحت کے ساتھ نہ صرف بیان ہی کیا بلکہ اسے ایک عبادت اور سبب قرب الٰہی کے درجہ سے بھی سرفراز کیا۔

اذا تزوّج العبد فقد استکمل	جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو نصف دین
نصف الدین (مشکوٰۃ ص ۲۶۸ بحوالہ بیہقی)	مکمل ہو جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب "شادی اور آداب زندگی" (جو دو مقالوں کا مجموعہ ہے) اس موضوع پر ایک انتہائی مفید اور کارآمد کتاب ہے۔ جس میں نکاح کی اہمیت و افادیت

انتخاب رشتہ کے معیار، زوجین کے درمیان مودت و رفاقت کے استحکام، حسن معاشرت اور تربیت اولاد وغیرہ کے اسباب و احکام اور ان امور کی صحیح راہ عمل پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور رشتۂ ازدواج اور معاشرہ میں پیدا ہونے والی بہت سی خرافات اور گندی رسموں کا بھی تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز قرآن و احادیث کے شواہد سے اس مقدس رشتہ کی صحیح اسلامی تصویر پیش کی گئی ہے۔ یہ دونوں ہی مقالے رفیق گرامی مولانا مبارک حسین صاحب مصباحی مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کی رسم مناکحت کے موقع پر استاذ گرامی عالی مرتبت حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اور عالی وقار حضرت علامہ بدر القادری صاحب مصباحی (دی ہیگ ہالینڈ) نے تحریر کئے تھے۔ جس میں سے اول الذکر کا مقالہ محب مخلص حضرت مولانا زاہد علی صاحب سلامی مصباحی سنبھلی صدر المدرسین دار العلوم فیض عام اناؤ نے طباعت کے بعد شادی کے وقت تحفۃً تقسیم کیا تھا۔ مگر دوسرا مقالہ تاخیر سے دستیاب ہونے کی وجہ سے شامل اشاعت نہ ہو سکا اور اب تک تشنۂ طباعت تھا۔ لہٰذا ان کی عمومی افادیت کے پیش نظر ادارہ "المجمع المصباحی" اسے منظر عام پر لانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ امید ہے کہ یہ نگارشات کاروان آدم کے ہر طبقہ کے لئے لمحۂ فکریہ اور راہ عمل کا سامان فراہم کریں گے۔ فکر و قلم کی ان علمائے خسروانہ پر ہم مقالہ نگاروں کے بے حد شکر گزار ہیں۔ جنہوں نے اسلامی معاشرت کی ڈوبتی رگ پر ہاتھ رکھ کر اس کی صحیح تشخیص فرمائی اور بر وقت علاج بھی۔ اللہ ان بزرگ شخصیتوں کو پوری امت مسلمہ کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا سایۂ عاطفت تا دیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ اس موقع پر میں مولانا زاہد علی صاحب سلامی مصباحی کی جناب میں بھی بچشم تشکر حاضر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا جن کی پاکیزہ خواہش اور پیہم اصرار پر یہ مقالے سپرد قلم ہوئے۔

ایاز احمد مصباحی

۸ ربیع النور ۱۴۱۲ھ - ۱۸ ستمبر ۱۹۹۱ء رکن المجمع المصباحی

استاذ جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوجپور، مراد آباد، یوپی۔

شادی

محمد احمد مصباحی

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔



حامِدًا وَّمُصَلِّیًا۔

اس عالمِ رنگ وبو میں مہروخورشید کی درخشانی، دریاؤں کی روانی، موجوں کی طغیانی، ستاروں کی تابانی، سیاروں کی گردش، نسلوں کی افزائش، اکتشاف وتحقیق کی کوشش، ثقافت وتمدن کے جلوے، کوچہ وبازار کے ہنگامے، کاخ وایوان کی زندگیاں، کشادہ فضاؤں اور جنگلوں کی نیرنگیاں، سبھی کچھ نگاہوں کے سامنے اپنی حیرت انگیز رفتار کے ساتھ گزرتے رہتے ہیں۔ لیکن کیا یہ سب کچھ صرف بخت و اتفاق کا کرشمہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے ایک قادر وتوانا ہستی کے برپا کیے ہوئے مسلسل ومربوط نظام کے تحت ہو رہا ہے۔ حُسنِ ازلی نے جب چاہا کہ اس کی پرستش کی جائے، اس کی مدح وستائش اور حمد وثنا کے نغمے سنائے جائیں۔ اس کے جلووں سے دیدہ ودل آباد ہوں۔ اور اس کے عشق وعرفان سے قلب وروح کا اضطراب وقرار برپا ہو تو اس کائنات کو رنگ ظہور بخشا۔ اور اپنے جلووں کو یوں عام کیا کہ چشمِ بینا ہو تو دیکھے، گوشِ شنوا ہو تو سنے، دل قابل ہو تو لطف اندوز ہو — پھر ایک وقت تک اس جہانِ بوقلموں کے قیام، اور اس کی انواعِ گوناگوں کی بقاء کا بھی ایک حکیمانہ نظام کے تحت انتظام فرمایا۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (ذٰریٰت — ۴۹ — ۵۱)

ترجمہ:- اور آسمان کو ہم نے قوتوں سے بنایا، اور ہم وسعت دینے والے ہیں۔ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا تو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔ اور ہر چیز سے ہم نے زوجین (جوڑوں) کو بنایا تاکہ تم دھیان دو۔

وسعتِ ازدواج

ان آیات کی وسعتِ بیکراں کو اُردو ترجمہ میں منتقل کرنا ممکن نہیں۔ ایک شب ان کے معانی پر غور کرنے کی سعادت ملی تو ایک جہانِ رنگا رنگ نظر آیا۔ گذشتہ دنیا نے ہر چیز سے زوجین کی تخلیق کا مفہوم کچھ اور ہی سمجھا تھا، لیکن انکشاف و تحقیق کا دائرہ جوں جوں کشادہ ہوتا جا رہا ہے۔ بہت سے قرآنی مفاہیم جن کو مجازات و کنایات کی شکل میں سمجھنے کی کوشش کی گئی تھی ان کے حقیقی معانی منکشف ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ معروف حیوانات کے دائرہ سے نکل کر اب تک کم از کم نباتات میں رشتۂ ازدواج کا راز عام ہو چکا ہے۔ ان میں نر و مادہ کی صنفوں کا وجود، ان میں ہر اک کا دوسری طرف میلان، دونوں کا اختلاط، پھر ان سے ایک نئے وجود کی نمود کا تجزیہ ایک محسوس حقیقت بن چکا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بقائے انواع کے لیے یہاں بھی تزاوج و توالد کا سلسلہ جاری ہے۔ خلاقِ کائنات کی پُرحکمت کارسازیوں کی انتہا نہیں۔ ابھی تک دنیا نے یہ سمجھا ہے کہ حیوانات صرف وہی نہیں جن کو گذشتہ دور کا انسان سمجھتا تھا۔ بلکہ یہ نباتات بھی حیات و احساس کے پُرشور ہنگاموں سے لبریز ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کل کی تحقیق حیات و موت کا اس سے وسیع دنیا میں سراغ پانے والی ہے۔ یہ زمین جسے ہم جامدِ محض سمجھتے ہیں قرآنِ حکیم بار بار اس کی موت و زیست کی بات کرتا ہے۔ اب تک ہم اسے ایک مجازی تعبیر سے زیادہ نہ سمجھ سکے۔ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی حیات و موت کا اک حقیقی مفہوم کارفرما ہے۔ انشاء اللہ کل کا محقق اسے بسط و تفصیل کے ساتھ طشت از بام کرے گا۔

نوعِ انسانی جو حُسنِ ازل کا نادر انتخاب ہے جسے کسی اور کی زندگی کے لیے نہیں، خاص اپنی بندگی اپنی پرستش اور اپنے فیضانِ عشق کے لیے ملاءِ اعلیٰ میں اعلانِ عام کے بعد پیدا کیا ہے۔ جو ڈارون کے فلسفۂ ارتقاء کے تحت حیوانات کی ترقی یافتہ شکل نہیں، بلکہ خاص مستقل طور پر قلمِ قدرت کا نقشِ جمیل ہے۔ اس کی بقاء کے لیے بھی ازدواج و تناسل کا عملِ پیہم خود خالقِ فطرت کے نظمِ مسلسل کے تحت جاری ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔ (روم-۳)

ترجمہ:- اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی قسم سے تمہارے جوڑے بنائے تاکہ ان سے تمہیں قرار حاصل ہو، اور تمہارے درمیان مہر و محبت پیدا کر دی ہے۔

منافعِ ازدواج

حیوانات و جمادات کی تخلیق تو منافعِ انسانی کے لئے ہوئی ہے۔ وہ انسانی زیست کا سامان بنتی ہے اور اس کے خالق کی ذات اور قدرت و حکمت کی معرفت کا ذریعہ بھی فکر و عبرت و بصیرت کا محل بھی۔ لیکن انسان تو خالق کی بندگی اور زمین پر نیابتِ الٰہیہ کی ذمہ داری کے لیے منتخب ہوا ہے۔ اس لیے اسے عقل و دانش، علم و عمل، دل و دماغ اور جسم و روح کی بے پناہ توانائیوں اور گوناگوں کمالات سے نوازا گیا ہے اب جو اس کی بقائے نوع کا انتظام کیا گیا ہے اس میں بلندی و امتیاز، طہارت و اختصاص اور شرافت و پاکیزگی کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے۔

ایک طرف اسے عقل و تمیز دے کر وسیع قوت و اختیار سے سرفراز کیا گیا ہے تو دوسری طرف اس کے منصبِ رفیع کے تحفظ کے لیے شہوانی آزادیوں اور حیوانی پستیوں کی سمت بڑھنے سے پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں۔

وہ انسانیت اور شرفِ آدمیت کے دشمن ہیں جو خلافتِ الٰہیہ اور امانتِ ربانیہ کی حیثیت سے نا آشنا بن کر انسان کو پست حیوانات کی صف میں اُتارنا چاہتے ہیں۔ اور جنسی تسکین کے لیے مرد و زن کو کھلی آزادی دے کر ان کے جسم و روح دونوں کی تباہی کا پورا سامان کرتے ہیں۔ میں نے پست حیوانات اسلیے

کہا ہے کہ حیوانات میں بھی جن کو قدرت نے پاکیزہ فطرت کا حامل اور انسانی کمال سے قریب بنایا ہے وہ اختلاطِ جنسی میں آزاد نہیں۔ کُتیا کا تعلق دس کتوں سے ہو سکتا ہے، لیکن کبوتری ایک ہی کبوتر کے ساتھ اپنی فطری زندگی بسر کرتی ہے۔ اور اولاد کے تحفظ اور تربیت میں دونوں ہی شریک ہوتے ہیں۔

سوزاک اور آتشک کی مہلک بیماریوں کے بعد اب ایڈز کے جراثیم کے تباہ کن اثرات نے دُنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور اب امریکہ و یورپ کو متفقہ طور پر یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہئے کہ نوعِ انسانی کے لیے حیوانی آزادی نہیں۔ بلکہ قرآنی پابندی ہی میں سلامتی و بلندی ہے۔ فطرتِ پاکیزہ سے بغاوت جہاں انسان کو اس کی منزلِ بلند سے گرا کر اس کی شرافت کو چکنا چور کر دیتی ہے وہیں اُسے جسمانی امراض اور قلبی و ذہنی بیماریوں کا جہنم بھی بنا دیتی ہے۔

رشتۂ ازدواج اور پابندیٔ نکاح قدرت کا وہ عطیہ ہے جو بقائے نوع کے ساتھ تربیتِ نسل اور کمالاتِ انسانی کے فروغ کا ضامن ہے۔ اور یہ پابندی صرف چودہ سو سال سے نہیں بلکہ پہلے انسانی جوڑے سے ہی ایک مربوط حکیمانہ نظم کے ساتھ عائد و نافذ رہی ہے۔ جس پر شرفِ انسانی سے بہرہ ور فطرتیں اور خدا کی مقبول شخصیتیں ہمیشہ کاربند رہی ہیں۔ انسانی تمرد اور شیطانی غلامی کی بات الگ ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً۔ (رعد-۶)

ترجمہ۔ بیشک ہم نے تم سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا اور ان کو بیویوں اور نسلوں سے نوازا۔

رہبانیت

انسان کو کمالاتِ انسانیت بروئے کار لانے کے لیے جہاں ملکی اور غضبانی قوت کا حامل بنایا گیا، وہیں بقائے نوع اور دوسری مصلحتوں کے تحت اس میں شہوانی قوت بھی ودیعت کی گئی۔ جسے یکلخت روک کر کے رہبانیت اور تجرد کا پابند بھی نہیں بنایا جا سکتا۔۔۔ سیلاب کو اگر بے جا اور غیر حکیمانہ طور پر روکنے کی کوشش کی گئی تو آبادیوں کی آبادیاں تباہ و برباد کر ڈالے گا۔ لیکن اگر اس کا رُخ مناسب سمت میں پھیر دیا گیا تو آبادیاں تباہی

سے بچ جائیں گی، اور ویرانے لہلہا اٹھیں گے۔ میدانوں اور جنگلوں کی فضائیں قدرت کی بوقلمونیوں سے سرسبز و شاداب اور آباد و مالا مال ہو جائیں گی۔

کون نہیں جانتا کہ شہوتِ انسانی پر جبری پابندیوں نے عفت و پاکیزگی عام کرنے کے بجائے کلیساؤں اور پرستش گاہوں کی مقدس فضاؤں کو آلودہ و گندہ کر ڈالا۔ اور جو جذبہ اپنی حدود میں رہ کر کسی نفع بخش اور شاداب نسل کا ذریعہ بن سکتا تھا وہ رائیگاں بھی ہوا، اور رسوائی بھی۔

بات چند عاجز انسانوں یا خال خال پاکیزہ جانوں کی نہیں، دستور و قانون ہمیشہ ہمہ گیر اکثریت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور اگر خال خال افراد اور نادر احوال کا بھی وہ احاطہ کرتا ہے تو یہ اس کا مزید کمال، اور اس کی قابلِ رشک جامعیت ہوگی۔ اس روشنی میں اسلام قوت و وسعت والے انسان کو نہ تو تجرد کی دعوت دیتا ہے، نہ لامحدود آزادی بخشتا ہے۔

تعددِ ازواج

اسلام مرد کے لیے حسبِ حال ایک سے چار عورتوں تک سے نکاح کی اجازت دیتا ہے۔ اور ایک سے نکاح کو بلحاظِ حال واجب یا سنتِ مؤکدہ وغیرہ قرار دیتا ہے۔ اور وقتِ ضرورت ایک سے زائد کی بھی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اسے عدل اور سخت قیدوں کے ساتھ مشروط بھی کرتا ہے۔ تعددِ ازواج پر اعتراض کرنے والے یہ فراموش کر جاتے ہیں کہ یہ اجازت ہے۔ جبر نہیں۔ عدل سے مقید ہے آزاد نہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ دنیا کے بہت سے علاقے جب جنگوں میں بربادی کے باعث مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی کے حامل ہوں۔ اور ہوئے۔ تو ان بیواؤں کا علاج کیا ہے؟ آج جب کہ عورتوں کا فیصد ہر سمت بڑھتا ہی جا رہا ہے ان کی ضرورت کا انتظام اور ان کے دُکھ درد کی دوا کیا ہے؟

افسوس کہ اسلام کے حاسدین نسوانی شرافتوں کو ہزاروں ہوسناک نگاہوں، اور سیکڑوں آوارہ انسانوں کے جذبات کا کھلونا بنانا تو پسند کرتے ہیں، لیکن ایک مرد کے احاطۂ عفت میں چار عورتوں کی عصمت کا تحفظ گوارا نہیں کر سکتے۔

وہ بھی جب کہ مرد قوت، عدل و انصاف اور حسنِ نظم کا حامل ہو، اور عورت اپنی عصمت کو نیلام کرنے کے بجائے حریم عفت میں ثابت قدم رہنا ہی پسند کرتی ہو۔

اسلام کا نظریہ

نکاح کے بارے میں اسلام کا نظریہ بہت جامع اور بہت واضح ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ۚ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔ (نساء-۲۴)

ترجمہ:۔ اور ان (محرمات) کے سوا تمہارے لیے حلال کی گئیں اس طرح کہ تم اپنے مالوں کے ذریعہ قید نکاح میں لاتے، شہوت رانی سے بچتے ہوئے طلب کرو، پھر ان میں سے تم جنہیں نکاح میں لانا چاہو ان کے مقررہ مہر انہیں ادا کرو۔

حکمتِ الٰہیہ اور انسانی فطرت کا تقاضا یہی تھا کہ بعض قریبی عورتیں انسان کے لیے حلال نہ ہوں، کہ ان سے مقصدِ نکاح ہی فوت ہونے کا اندیشہ ہے۔ ان کے علاوہ جو حلال کی گئیں تو یہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ مال اور مہر کی ادائیگی ہو۔ مقصد پارسائی اور نکاح جیسے مضبوط قلعہ میں دل و نگاہ کی حفاظت ہو، محض شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ نکاح جن پاکیزہ اور بلند مقاصد کے پیش نظر مشروع ہوا ہے، وہی مرکزِ قلب و نظر اور غایتِ فکر و خیال بنیں۔

یہ فرمانِ نبوی بھی حکمتِ شادی اور نظریۂ اسلام کی پوری وضاحت کرتا ہے۔

یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔

(بخاری و مسلم (مشکوٰۃ ص ۲۶۷ ج ۲)

ترجمہ:۔ اے جوانو! تم میں سے جس کو بارِ نکاح کی طاقت ہو وہ شادی کرے۔ کیونکہ یہ نگاہ نیچی رکھنے اور جائے شہوت کی حفاظت میں زیادہ کارگر ہے۔ اور جسے وسعت نہ ہو وہ روزے رکھے کہ یہ اس کے لیے شہوت شکن ہوگا۔

وسعت نہ رکھنے والوں کے لیے قرآن کا ارشاد ہے۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (۳۳-نور)

ترجمہ:۔ جو نکاح کا مقدور نہ رکھتے ہوں وہ بھی پارسائی کو تھامے رہیں یہاں تک کہ خدا انہیں اپنے فضل سے مقدور عطا کر دے۔

اس اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نہ بندے کی امیدوں کا رشتہ فضلِ الٰہی سے کبھی ٹوٹتا ہے، نہ کبھی اسے جادۂ عفت سے منحرف ہو کر بے اعتدالی کی راہ پر گامزن ہونا چاہیے۔ وہ یہ امید رکھے کہ ربِّ کریم اپنے کرم سے کسی وقت اسے بے نیاز ضرور فرمائے گا۔

عورت کی آزادی

یہ خیال کہ نکاح سے عورت کی آزادی سلب ہو جاتی ہے اور وہ مرد کی غلامی میں قید ہو کر رہ جاتی ہے، اولاً: تو درست نہیں۔ ثانیاً: ہمارا سوال یہ ہے کہ تاریخ عالم میں آج تک دنیا کا کوئی دانشور طبقہ ازدواج کی باعفت، بامقصد، نتیجہ خیز اور پرسکون زندگی کا متبادل پیش کر سکا، یا پیش کر سکتا ہو تو انکشاف کیا جائے۔ خود دنیا کے بے شمار تجربات اس کی تباہی و ہلاکت خیزی کی شہادت کے لیے کافی ہوں گے۔

طلاق کی مشروعیت

اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں دے کر عورت کو مجبورِ محض بنا دیا ہے وہ نکاح کے مقاصد ہی سے غافل ہیں۔ رشتۂ ازدواج کوئی اجارہ یا ملازمت کا معاملہ نہیں جس میں اجیر و مستاجر دونوں کو یکساں طور پر چھوڑنے چھڑانے کا اختیار ہوتا ہے۔ یہ تو ایک باہمی خوشگوار اور پُرمحبت زندگی گزارنے کا عہد و پیمان ہے۔ جس کا مقصد جنسی میلانات اور شہوانی ہیجانات کے فتنہ انگیز سیلاب کا رُخ ایک محفوظ سمت اور ایک محدود دائرہ میں پھیر کر اُسے افادیت سے لبریز اور نتائج خیز بنانا ہے۔ جب تک پوری زندگی ایک ساتھ بسر کرنے کا تصور کارفرما نہ ہو، نوعِ انسانی کی بقاء اور ایک صالح نسل کے وجود کا تصور ہی نہ ہو سکے گا۔ اور نکاح صرف وقتی تسکین کا سامان ہو کر رہ جائے گا۔ جبکہ اسلام زوجین کی پُرعزم زندگی سے

انسانی معاشرے کے لیے کسی کارآمد رُکن اور دین و ملّت کے لیے کسی سرگرم ممبر کی افزائش، نشو و نما، پرورش و پرداخت اور حکیمانہ تربیت کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے۔ نکاح کا مقصد طلاق نہیں کہ اس میں زوجین کی شرکت ضروری ہو۔ نکاح تو ایک ایسا رشتہ ہے جو دو نفسوں کو پوری عمر کے لیے پیمانِ حیات و بقاء اور عہدِ مہرُ وفا میں باندھ دیتا ہے۔ تاکہ ان دونوں کے وہ جذبات و قویٰ جو انفرادی زندگی کی صورت میں خود ان دونوں اور ان کے معاشرے کے لیے ضرر رساں یا کم از کم بے سود ہوتے وہ مضرت سے خالی ہو کر افادیت سے لبریز اور نتیجہ خیز بن جائیں۔

عورت اگر بالغ ہے تو خود اُسے اور نابالغ ہے تو اس کے ولی کو اختیار ہوتا ہے کہ تحقیق و تفتیش، غور و خوض، عاقبت بینی اور دُور اندیشی کے ساتھ کسی مرد کا انتخاب کرے۔ اور اسے اپنی زندگی کو مضرت و ہلاکت سے بچانے کے لیے یہ انتخاب کرنا ہی ہے۔ اور اس تصوّر کے ساتھ کہ پوری زندگی اس کی رفاقت میں بسر ہوگی۔

لیکن تجربات شاہد ہیں کہ ایسا بھی وقت آجاتا ہے کہ یہ رشتہ اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے۔ اور دونوں کی فرقت و جُدائی اگلی زندگی کی خوشگواری کی راہ میں ضروری ہوجاتی ہے۔ ایسی صورت حال کے لیے طلاق و تفریق کا جواز ایک ہمہ گیر، لافانی اور جامع دستور میں ہونا ضروری ہے، ورنہ زندگی نمونۂ جہنم یا بے ثمر اور بے مقصد ہونے کے باوجود اور علیحدگی پر باہمی رضامندی کے باوجود تفریق ناممکن ہوگی۔ اور دو وجود الگ ہونے کے بعد کسی اور سے شرعی طور پر منسلک ہو کر خوشگوار و مفید زندگی سے ہمکنار ہو سکتے تھے، بے ثمر، بے مقصد اور پُر الم ہی رہ جاتے، مسیحی قانون طلاق پر یکلخت پابندی کا ۱۸۵۷ء تک طویل و ہولناک تجربہ کر چکا ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

اب طلاق جو مقاصدِ نکاح سے ہم آہنگ نہیں، جس کا جواز محض سنگین ضرورت اور نازک حالت کے پیشِ نظر ہے، جو مباح تو ہوئی مگر ابغضُ المباحات۔ (جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض و ناپسندیدہ) ہو کر۔ اس کا دائرہ تنگ ہونا ہی قرینِ

حکمت ہے۔ اسلئے یہ حق صرف مرد کو دیا گیا اور عورت کو بھی خلع کا حق حاصل ہے۔ اگر ظلم و تعدی ہی پر آمادہ ہو تو اسلامی شریعت ـــــ حکومت کے سر اس پر دباؤ اور اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ـــــ اب رہا یہ سوال کہ معاملۂ طلاق میں عورت کو با اختیار اور مرد کو بے اختیار کیوں نہ رکھا گیا۔ اس کا جواب واضح ہے کہ اس نازک معاملہ کا اختیار اسی کو ملنا چاہیے جو فہم و تدبّر، عقل و دانش، ثبات و استقامت، قوت و طاقت اور ضبط و تحمل میں دوسرے سے فائق ہو، عورت کی زود رنجی، ـــــ کیفیت ہیجانی اور مخصوص ایّام میں لازمی طور پر فکری ـــــ کی کمی معلوم ہوتے ہوئے قانون ساز اُسے اختیارِ طلاق تفویض کر دے تو یہ کسی مجنون کے ہاتھ میں شمشیرِ بے نیام دینے کے مرادف ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہوگا کہ خاوند گھر سے غائب ہو اور عورت اُسے طلاق دے کر رُخصت ہوجائے۔ اور گھر لاوارث ہو کر لٹیروں کی نذر ہوجائے، یا عورت خود ہی سارا اثاثہ لوٹ لے جائے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جہاں کسی غیر نے اس سے رغبت کا اظہار کیا اس نے اپنے شوہر کو طلاق دی۔ اور دوسرے سے منسلک ہوگئی۔ دوسرے سے ابھی ثمرۂ نکاح حاصل نہ ہوا کہ اُسے چھوڑ کر تیسرے سے رشتۂ لطف و لذّت جوڑ لیا۔ کیا یہ حالت زناکاری کی بے ثمر اور ہلاکت خیز حالت سے کچھ کم فتنہ انگیز ہوگی۔؟ ـــــ پھر کون شوہر ہوگا جو اپنی عورت پر اپنے مکان و جائیداد اور اموال و املاک کے سلسلہ میں ایک لمحہ بھی پُر اعتماد ہو سکے۔ اور کسی نسل کی پرورش اور تربیت کے لیے اُسے مفید تصوّر کر سکے۔ اور اس کے نفقہ و سکونت کی ذمہ داری کا حامل بھی بنے۔ مرد اپنی اولاد اور اموال کے حق میں عورت پر اسی لیے تو اعتماد کرتا اور مطمئن رہتا ہے کہ اس کا رشتہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر معاملہ برعکس ہوتا یا دونوں کو اختیارِ طلاق ہوتا تو نکاح و ازدواج کے حکیمانہ فوائد و مقاصد کا حصول ناممکن ہوتا۔ اور اس کی حیثیت وقتی جسم فروشی اور محلِ شہوت کے عارضی اجارہ سے زیادہ نہ ہوتی۔

غور کیجیے صرف شوہر کو اختیارِ طلاق اور بیوی کو محض حق خلع دینے میں کتنی حکمتیں

پوشیدہ ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ مردوں میں بھی کچھ کم عقل، جذبات غیظ و غضب سے بے قابو، علم و حکمت سے نابلد افراد پیدا ہوجاتے ہیں۔ جو ایک سانس میں طلاقوں کی ایک قطار کھڑی کردیتے ہیں، پھر اپنی سفاہت پر بڑی بے شرمی سے ماتم کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ یہ ان مردوں کا قصور ہے، قانون کا قصور نہیں۔ قانون نے تو سنگین حالات میں رفاقت و فرقت کو عقل و حکمت کی میزان میں اچھی طرح تول کر فرقت کا پلہ بھاری ہونے کی صورت میں طلاق کو گوارا کیا تھا۔ لیکن صاحب عقل بھی عقل سے کام نہ لے تو قانون حکمت کا کیا قصور ——— پھر اس حقیقت سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ ایسے بے وقوفوں کی تعداد عقلمندوں کے مقابلہ میں ہمیشہ کمتر رہی ہے۔ آبادی میں جہاں ہزاروں آدمی صدہا سال سے یوں زندگی بسر کر رہے ہیں کہ طلاق دینا تو کیا معنی، ان میں بیشتر نے تو کبھی اس کا تصور و ارادہ بھی نہ کیا، ایسی جگہ اگر دس بیس کی تعداد بے سمجھے بوجھے طلاق دینے والوں کی دستیاب ہوجاتی ہے تو چنداں حیرت انگیز بات نہیں۔ ایک قانون طلاق ہی کی کیا تخصیص ہے ہر قانون کو دیکھ لیجئے، اس میں بے اعتدالی کے مرتکب دو تین فیصد آسانی سے مل جائیں گے۔ خصوصاً جبکہ انہیں کسی دفعہ کے تحت اس کی کسی حد تک اجازت بھی فراہم ہوتی ہو۔

شوہر کی صدارت و حاکمیت

اسلام نے معاشرت کے معاملہ میں مرد و زن دونوں ہی پر حقوق عائد کیے ہیں۔ اور جس طرح عورت کو شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کے حقوق کی ادائیگی کا پابند کیا ہے، مرد کو عورت کے پاس و لحاظ اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی ہے۔ تاکہ دونوں رفیقوں کی زندگی کا کارواں سعادت و عافیت کے ساتھ جادہ پیما رہ سکے۔ اور ان کی نسل پر بھی اس کے صالح اثرات اور مفید نتائج مرتب ہوسکیں ——— ہاں کارواں کے لیے کوئی امیر کارواں بھی ہونا چاہیے۔ ورنہ سفر سخت دشوار، ہر منزل کٹھن، ہر کام مشکل اور ہر ساعت ہنگامۂ اختلاف

و افتراق بن کر رہ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ امارت کا حق اسی کو ملنا چاہیئے جو قوت و سطوت، شجاعت و جرأت اور فہم و عقل میں دوسروں پر امتیاز کا حامل ہو۔ زن و شوہر کے دو نفری قافلے میں مرد کا امتیاز مسلّم اور عیاں ہے۔ جدید تحقیقات سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ عورت کے حواس خمسہ مرد کے حواس خمسہ سے کمزور ہوتے ہیں۔ سائیکولوجیا سے ثابت ہے کہ عورت کے بھیجے اور مرد کے بھیجے میں مادۃً اور شکلاً سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کے وزن کا اوسط، عورت کے بھیجے سے سو ڈرام زیادہ ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے المرأۃ المسلمۃ از فرید وجدی)

قرآن حکیم نے اس حکمت کی بھی نشان دہی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (نساء-۳۴)

ترجمہ:۔ مرد عورتوں پر افسر ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی، اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے۔

اس آیت میں مردوں کی صدارت کی دو وجہیں بتائی گئی ہیں۔ ایک فطری وہبی ہے۔ جس کی طرف بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ سے اشارہ ہے ——— دوسری کسبی ہے۔ جس کی بِمَآ اَنْفَقُوْا سے نشاندہی کی گئی ہے۔ مرد کا فطری امتیاز یہ ہے کہ عقل و فہم، قوت و جرأت میں عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ اور کسبی امتیاز یہ ہے کہ مہر و نفقہ اور نظم مسکن کا بار اسی کے سر پر ہے۔ عورت کی دائمی کمزوری اس کا دماغی اور جسمانی ضعف اور جرأت و استقامت کی کمی ہے۔ اور مخصوص ایام میں اس کی عارضی کمزوریاں اس پر مستزاد ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ دائرۂ انتظام ایک ملک کو محیط ہو، یا ایک گھر میں محدود ہو۔ بہرحال ہر کام میں مشاورت ممکن نہیں۔ اور امارت و حاکمیت کسی کے حوالہ نہ ہو تو معاملات اور ضروریات رونما ہوتی رہیں گی۔ اور دوسرے کا منہ تکتے ہاتھ سے نکل جائیں گی۔ جب کہ ایک حاکم و امیر ہوگا تو اپنے فرض منصبی کے تحت ہر انتظام کے لیے پیش قدمی کرے گا۔ اور حسب مصلحت مشاورت کر سکے گا۔ اور بصورت

اختلاف یا بحالتِ تنگی یا بحالت عجلت تنہا اس کا حکم بھی کافی ہوگا۔

انتخاب

اب آیئے ہم اپنے اندرونی حالات پر غور کریں اور دیکھیں کہ نگاہِ شریعت وحکمت میں زندگی کی رفاقت کے لیے کیسے ہم سفر کا انتخاب زیادہ موزوں اور مفید ہے۔ اس سلسلہ میں چند اشارات وہدایات پر اکتفار کی جاتی ہے۔

شادی کا مقصد دُو جانوں بلکہ دو خاندانوں میں اتحاد و یگانگت پیدا کرکے ان کی نیابت اور ان کے بعد انسانی انجمن کی رکنیت کے لیے ایک صالح نسل کو رنگِ ظہور اور جلوۂ شہود بخشنا ہے۔ اس لیے ان اوصاف واسباب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جن سے دونوں میں اتحاد وموافقت اور اگلی نسل کی صلاح وفلاح کے امکانات روشن ہوں ـــــــ اس سلسلہ میں حسب ونسب، عزت و وسعت اور سال وسن کے باہمی توازن کے ساتھ عورت کا اخلاق وادب اور جمال وتقویٰ میں مَرد سے زیادہ ہونا بہتر ہے۔ بدخُلق، بدصورت، پستہ قد، عمر دراز، صاحبِ اَولاد نہ ہونا اچھا، اور فاجر وبدکار تو ہرگز نہ ہو۔ (درمختار، ردّ المحتار ملخصًا)

اسی طرح مَرد بھی اخلاق وتدیّن کے لحاظ سے پسندیدہ ہونا چاہیئے۔

دینداری کی اہمیت

یہ رہی بات حُسنِ انتخاب کی مگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات بھی پیشِ نظر رہیں۔

(۱) تنکح المرأۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذاتِ الدّین۔ (بخاری ومسلم)

عورت سے نکاح کے چار داعیے ہوا کرتے ہیں، اس کا مال، اس کا حسب، اس کا جمال، اس کا دین ۔ تم دین والی کو اختیار کرو۔

(۲) لا تزوّجوا النّساء لحسنھنّ فعسی حسنھنّ یردیھنّ ولا تزوّجوھنّ لاموالھنّ فعسی اموالھنّ ان تطغیھنّ ولکن تزوّجوھنّ علی الدّین، ولامۃ خرماء سوداء ذات دین افضل۔ (ابن ماجۃ)

عورتوں سے شادی کی محض بنیاد ان کے حُسن کو نہ بناؤ۔ ان کا حُسن انہیں تباہی میں ڈال سکتا ہے۔ اور اُن کی دولت وثروت کو بھی شادی کی بنیاد نہ بناؤ۔ ہو سکتا ہے ان کی دولت انہیں سرکشی میں مبتلا کر دے بلکہ دین کی بنیاد پر تم شادی کرو۔ کالی کلوٹی دِیندار کنیز زیادہ اچھی ہے۔

یہ حدیث ان نوجوانوں کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو محض حُسن وجمال پر متاعِ جان ودل لُٹا بیٹھتے ہیں۔ یا دولت وثروت پر سرمایۂ ہوش وخرد قربان کر دیتے ہیں۔ اور دیانت وتقویٰ، صلاح ونیکی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

(۳) من تزوّج امرأۃ لعزّھا لم یزدہ اللہ الّا ذلّا۔ ومن تزوّجھا لمالھا لم یزدہ الّا فقرًا، ومن تزوّجھا لحسبھا لم یزدہ اللہ الّا دناءۃً، ومن تزوّج امرأۃً لم یُرد بھا الّا ان یغضّ بصرہٗ ویحصن فرجہٗ او یصل رحمہٗ بارک اللہ لہٗ فیھا وبارک لھا فیھا۔ (طبرانی)

جس نے کسی عورت سے اس کی عزّت کے سبب نکاح کیا وہ اور ذلیل ہی ہوگا۔ جس نے اس کی دولت کی وجہ سے نکاح کیا وہ اور محتاج ہی بنے گا۔ جس نے اس کے حسب کے باعث نکاح کیا اس کی دنارت میں اضافہ ہی ہوگا۔ ہاں! جس نے کسی عورت سے صرف اس لیے نکاح کیا کہ اپنی نظر اور شہوت کی حفاظت یا اپنی سابقہ قرابت کی رعایت کر سکے تو اس شادی میں خدا تعالیٰ مرد وعورت دونوں ہی کے لیے برکت عطار فرمائے گا۔

احادیثِ نکاح پر نظر ڈالنے سے یہ چند خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

(۱) عورت نکوکار اور امرِ آخرت پر مددگار ہو ــ فاظفر بذاتِ الدّین (دین دار کو اختیار کرو) الدّنیا کلّھا متاعٌ وخیر متاع الدّنیا المرأۃ الصّالحۃ۔ (مسلم) دنیا سبھی متاع ہے اور بہترین متاعِ دُنیا نیک وصالح عورت ہے۔

لیتّخذ احدکم قلبًا شاکرًا ولسانًا ذاکرًا وزوجۃ مؤمنۃ تعین احدکم علی امر الأخرۃ۔ (ابن ماجۃ)

دل شکر گذار، زبان ذکر سے سرشار بناؤ، اور ایسی زوجۂ مومنہ اختیار کرو جو تمہارے لیے کارِ آخرت میں مددگار ہو۔

(۲) اولاد پر مہربان۔

(۳) شوہر کے مال کی نگہبان ہو۔

خیرُ نساءٍ رکبن الابل صالح نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہٖ۔ (بخاری ومسلم)

شتر سوار یعنی عرب خواتین میں بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں، جو اولاد پر اس کی کم سنی میں زیادہ مہربان اور شوہر کے مال کی زیادہ نگہبان ہوتی ہیں۔

(۴) شوہر سے زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ اولاد کی صلاحیت والی ہو۔

تزوّجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم۔ (ابوداود ونسائی)

زیادہ محبت، زیادہ ولادت والی سے نکاح کرو۔ کیونکہ تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر مجھے فخر ہوگا۔

(۵) آزاد، شریف۔

(۶) کنواری ہو۔

من اراد ان یلقی اللہ طاہرًا مطہرًا فلیتزوج الحرائر۔ (ابن ماجہ)

جو خدا سے پاک وصاف رہ کر ملنا چاہے وہ آزاد، شریف عورتوں سے نکاح کرے۔

علیکم بالابکار فانھن اعذب افواھا وانتق ارحاما وارضی بالیسیر (ابن ماجہ)

کنواری عورتوں سے نکاح کرو کہ وہ زیادہ شیریں دہن، کثیر الاولاد اور کم پر شاد ہوا کرتی ہیں۔

(۷) جو شوہر کی فرمانبردار ہو۔

(۸) اس کے لیے باعث مسرت، اس کی خوشی میں شریک، اسکے غم کو دور کرنیوالی

(۹) اس کے عہد و پیمان اور قسم کو پورا کرنے والی۔

(۱۰) اس کی غیر موجودگی میں بھی اپنی عفت کی نگہبان۔

(۱۱) اور اس کے مال و دولت میں اس کی خیر خواہ و نگہبان ہو۔

ما استفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیرًا لہ من زوجۃ صالحۃ ان امرھا اطاعتہ وان نظر الیھا سرتہ وان اقسم علیھا ابرتہ وان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا ومالہ۔ (ابن ماجہ)

تقویٰ کے بعد مرد مومن کو حاصل ہونے والی سب سے بہتر نعمت صالح بیوی ہے۔ جسے مرد حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے، عورت کو دیکھے تو خوش ہو جائے۔ اس پر قسم کھائے تو پوری کر دے، اس سے غائب ہو تو وہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیر خواہ ثابت ہو۔

(۱۲) کم پر راضی رہنے والی اور بے جا فرمائشات سے پرہیز کرنے والی ہو——

انّ اعظم النکاح برکۃً ایسرہ مؤنۃً۔ (بیہقی شعب الایمان)

سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس کا بار کمتر ہو۔ (حال میں بھی، مآل میں بھی)

تلخیاں

حُسنِ انتخاب کے ساتھ ان اسباب پر نظر ڈالنی بھی ضروری ہے جو صالح و دیندار مَرد و زن کی راہوں کو بھی خارزار، اور بعد شادی کی زندگی کو افکار و آلام، شکوہ و شکایات اور اختلاف و نفاق کا ماتم کدہ بنا دیتے ہیں —— ان اسباب کا تفصیلی احاطہ اور ان کی تدابیر کا مبسوط بیان تو بہت مشکل ہے۔ لیکن اجمالی گفتگو اور خاندان و زوجین کی ذمہ داریوں کے ذکر سے مفر نہیں —— اس لیے چند کلمات عقل و خرد، دل و دماغ، تدبیر و انتظام اور تعلیم و تربیت کی جلا کے لیے نذر ہیں۔

(۱) عموماً ایسا ہوتا ہے کہ لڑکی نے اپنے والدین کے گھر کو جنت دوام سمجھ کر زندگی گزاری، ایک اجنبی ماحول میں جانے کا تصور تو کیا مگر اس کی دشواریوں اور ذمہ داریوں سے ناآشنا رہ گئی۔ اس لیے وہاں زندگی بسر کرنے کی کوئی تیاری ہی نہ کی۔ شادی کے بعد اس نے شوہر کے گھر میں قدم رکھا تو یہاں دنیا ہی دوسری ہے۔ صرف شوہر سے واسطہ نہیں، اس کے ماں باپ، بھائی بہنوں وغیرہ پورے کنبے کے ساتھ نباہ کرنا ہے۔

اُسے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ شوہر کی رفاقت کے آدابِ و فرائض، اس راہ کی دشواریاں اور ان کی تدابیر کیا ہیں۔ اس کے پورے خاندان کے ساتھ نباہ کیا جانے۔؟

(۲) دوسری طرف شوہر کا خاندان یہ تصور لیے بیٹھا ہے کہ دُلہن ہر لحاظ سے تربیت یافتہ اور کامل و مکمل ہوگی۔ ایسی باکمال کہ اس سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو۔ گویا وہ انسان نہیں کوئی فرشتہ ہوگی ——— اُب اس کی ہر ہر ادا پر کڑی نظر ہوتی ہے۔ جہاں کوئی غلطی ہوئی تیور بدل گئے۔ کوئی بات نامناسب معلوم ہوئی تو سمجھانا اور بتانا کیا معنی؟ شکوہ و شکایات کا بازار گرم ہوگیا۔ یہ خیال نہیں کہ ہماری بیٹی کی طرح یہ بھی ایک انسان ہی ہے۔ جس میں خوبیاں بھی ہوں گی، خامیاں بھی، یہ لحاظ بھی نہیں کہ یہ عمر و عقل اور تجربہ میں ہم سے کمتر ہے۔ قدم قدم پر ہماری تعلیم و تفہیم اور اصلاح و تربیت کی ضرورت ہے۔ یہ درد و احساس بھی نہیں کہ یہ ماں کی مامتا، باپ کی شفقت، بھائیوں کی عنایت، بہنوں کی محبت اور ——— سب کی آغوشِ تربیت سے یکبارگی جُدا ہو کر ہمارے گھر میں آئی ہے۔ اس کے زخمی قلب و جگر کو تنقیص و تنقید اور طعن و تشنیع کے تیر و نشتر نہیں۔ بلکہ مہر و مروّت اور تربیت و شفقت کا مرہم چاہیئے۔

شعور اور حالات و احساسات کی یہ ناہمواری ظاہر ہے اندرونِ خانہ ایک نفرت و بیزاری اور کرب و اَلم کا ماحول پیدا کردیگی۔ جب کہ بات کچھ نہیں۔ اور ہے تو اتنی ہی جتنی اپنی بیٹی سے رات دن ہوتی رہتی ہے۔

(۳) شوہر کی ماں کے لیے اپنی بہو سے یہ نفرت گزرتے وقت کیساتھ اور تیز ہو جاتی ہے جب وہ دیکھتی ہے کہ میرے پیارے بیٹے کے دل میں مجھ سے زیادہ اس نوخیز لڑکی کی محبت و اہمیت نے جگہ بنالی ہے۔ اسے یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اس فتنۂ دلربا نے میرے گھر میں آکر میرے بیٹے کو مجھ سے دُور کردیا ——— اَب وہ بہو کو بالکل دشمن و حریف کی حیثیت سے دیکھتی ہے۔ اس کی دل آزاری اس کا وظیفۂ شب و روز اور سارے اہلِ خاندان اور ملنے جلنے والوں سے بہو کی شکایت اس کا محبوب مشغلہ

بن جاتا ہے۔ وہ اپنی قلبی تکلیف کے انتقام میں سب کو بہو کا دشمن اور اس سے شاکی بنا دینا اپنا فرض سمجھتی ہے ——— بیٹے کے سامنے بھی اس کے عیوب و نقائص کمزوریوں اور خامیوں کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتی ہے جس میں اگر کچھ حقیقت ہوتی ہے تو بہت کچھ مبالغہ آرائی بھی۔ شکوک و اوہام اور قیاس و گمان کے وسوسے بھی، مٹی کی عمارت بھی، ریت کی دیواریں بھی ——— لیکن ان ساری کوششوں کے باوجود اگر بیٹا اپنی بیوی سے منحرف نہ ہوا تو مزید آفت رکھی ہوئی ہے۔ اب وہ گھر میں بہو کو ایک لمحہ کے لیے بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ بلکہ اگر بس چلے تو اُسے بھی نکال باہر کردے اور بیٹے کو بھی ——— اگر باپ کو متنفر کردیا تو باپ اور بیٹے کی جنگ الگ چھڑ گئی، اور انجام علیحدگی پر ہوا۔ یا گھر میدان جنگ و جدال بن کر رہ گیا۔

(۴) بعض خامیاں بہو میں بھی ایسی ہوتی ہیں جو لازمی طور پر نفرت و بیزاری کو جنم دیتی ہیں ——— مثلاً سُسرال میں اگر ہمہ وقت اپنے میکہ کی تعریف، اس کی خوش حالی، آرام و عافیت، دولت و ثروت اور اپنے ماں باپ کی عزت و شوکت کا تذکرہ وہ کچھ اس انداز میں کرتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سُسرال اس کے لیے کمتر، اور شوہر کے اہلِ خاندان، میکہ والوں سے فروتر ہیں۔ یہ باتیں شوہر کو بھی متنفر کردیتی ہیں، اور اس کے ماں باپ اور بھائی بہنوں کو بھی۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتداء ساس، نندوں ہی کی طرف سے ہو، اس طرح کہ یہ بہو کے میکہ کی تنقیص کریں اور اپنی تعریف، اور وہ سنتے سنتے اکتا جائے۔ اور پلٹ کر جواب دینے میں ان سب پر بازی لے جائے۔ اور اگر بے خرد یا مغرور ہوئی تو خود بھی ابتداء کرسکتی ہے۔ انجام بہرحال خطرناک ہی ہے۔

(۵) کبھی شوہر کی نااہلی و نادانی بھی فتنہ خیز ہوتی ہے۔ وہ اگر واقعۃً بیوی کو پاکر ماں باپ کی محبت و عظمت سے غافل و بے پروا ہوگیا تو یہ حالت ایک طرف اس کے ماں باپ کی دل آزاری و بے زاری کا سبب بنتی ہے۔ دوسری طرف بیوی کو مغرور و خودسر بنا دیتی ہے۔ وہ شوہر کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے۔۔۔

کی تحقیر و تذلیل سے بھی دریغ نہیں کرتی، بلکہ ان سے جدائی و علیحدگی کی راہ بہت جلد ہموار کرلیتی ہے۔

(۶) دوسری قسم ان شوہروں کی ہوتی ہے جو بیوی کی شکل وصورت یا کسی عادت وخصلت کی وجہ سے اس سے متنفر ہوجاتے ہیں۔ اور برابر تند مزاجی و درشت خوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اب بیوی کے لیے زندگی دوبھر ہوجاتی ہے۔ ایک شوہر جسے وہ اپنا سمجھ کر اس گھر میں رہ سکتی تھی وہی اس کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، تو پھر وہ کس کے سہارے اپنے دن گذارے۔ لامحالہ زدوکوب، بحث وتکرار سے آگے بڑھ کر معاملہ تفریق وجدائی تک پہونچ جاتا ہے۔ اور نہ صرف زن وشوہر بلکہ دونوں خاندانوں کے درمیان بھی بغض وعداوت کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔ اور کبھی بعدِ جدائی بھی عرصۂ دراز تک دونوں خاندان اسی آگ میں جلتے اور جاہلیت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

(۷) نئے گھر کے حال وماحول سے ناآشنائی بھی بہو کو بہت سی غلطیوں میں مبتلا کرتی ہے۔ اس کی کاہلی، تن آسانی اور راحت طلبی کی عادتیں بھی بجا طور پر شوہر اور اس کے متعلقین کی برگشتگی کا سبب بنتی ہیں۔ بیجا فرمائشات، آمد سے زیادہ خرچ کی کوشش، غریب شوہر سے لذّتِ کام ودہن، آرائشِ زلف وبدن، تعمیرِ منزل ومسکن وغیرہ کے گراں بار مطالبات بھی شوہر کے دل ودماغ کو رنج ومحن اور حُزن واَلم کا گنجینہ بنادیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کا پیمانۂ صبر وشکیب لبریز ہوجاتا ہے۔ یا ٹوٹ کر غیظ وغضب کے انگارے برسانے لگتا ہے۔

ذمّہ داریاں

جو کچھ ذکر ہوا، یہ حالات کا طویل جائزہ اور عمومی ماحول کا تذکرہ ہے جس کا نمونہ تقریباً ہر خاندان اور ہر گھر میں مل جاتا ہے اس طرح پورا معاشرہ بدحالی کا شکار ہوتا ہے جس کے ناخوشگوار اثرات قومی وملی فلاح وبہبود، اور دینی ومذہبی مزاج وماحول پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

اس لیے اندرونِ خانہ کے ان حالات کو خانگی جھگڑا اور باہمی ناچاقی

کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ نکاح وازدواج سے نوعِ انسانی کی بقاء کے ساتھ ملّی وقومی فلاح وترقی کا دامن بھی وابستہ ہے ــــــ اس عظیم مقصد میں اگر خلل واقع ہوتا ہے تو اس کا حل تلاش کرنا اور خرابیوں کا سدِباب کرنا دانشورانِ قوم، قائدینِ ملّت اور علمائے امّت سبھی کی ذمّہ داری ہے۔

دراصل مناسب تعلیم وتربیت کا فقدان، خوفِ خدا کی کمی، تصوّرِ آخرت سے غفلت، دین ودانش سے لاپرواہی، بلند کردار واخلاق سے تہی دامانی، فکر وتدبّر، حکمت ومصلحت اور عاقبت بینی ودُور اندیشی سے پہلوتہی، یہ وہ بنیادی اسباب ہیں جن کے نتیجہ میں ہر گھر پر شیطانی نحوست کے سایے چھایے ہوئے ہیں۔

حالات کی اصلاح کے لیے کچھ ہماری اجتماعی ذمّہ داریاں ہیں اور کچھ انفرادی ذمّہ داریاں ــــــ اجتماعی ذمّہ داریاں تعلیم بنات کا معقول بندوبست اور ان کی صالح تربیت کا حکیمانہ انتظام ہے۔ کیونکہ اندرونی ماحول کا زیادہ تعلق صنفِ نسواں ہی سے ہے۔ خصوصًا لڑکیوں کی تربیت کا بیشتر حصّہ ماں ہی کے سَر عائد ہوتا ہے۔ وہ اگر خود ہی جہالت وسفاہت کی آغوش میں پروان چڑھی ہے تو اپنی بیٹی کو علم وحکمت کا زیور کہاں سے پہنا سکے گی ــــــ اور اگر بدقسمتی سے باپ بھی ایسا ہی ملا تو پھر بیٹی کی اصلاح وتربیت کا قصّہ ہی تمام ہوگیا۔

الحاصل علم اور فنِ تربیت دونوں سے جب ہم اپنی اولاد کو آراستہ کریں گے، جبھی یہ اپنے بعد والی نسل کو ہمارا عطیۂ منتقل کرسکے گی۔ یہ اگر خود ہی تہی دامن رکھی گئی تو اس سے بذل وسخا کی امّید فضول ہے۔

انفرادی ذمّہ داری یہ ہے کہ ماں باپ اپنی ہر لڑکی کے بارے میں یہ خیال مستحضر رکھیں کہ اُسے ایک اجنبی ماحول میں باعزّت اور کامیاب زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہے۔ اس لیے شادی کے بعد جو حالات پیش آتے ہیں اُن کو نظر میں لاکر بیٹی کو ذہنی وفکری، علمی وعملی طور پر اس طرح تیار کرنا ہوگا کہ وہ اپنے شوہر، اسکے ماں باپ، اولاد اور اعزّہ واقربا سب کے آداب وحقوق سے عہدہ برآ ہوکر

ہر دل عزیز بن سکے۔ اور نہ صرف ایک خاندان بلکہ پوری قوم کے لیے نتیجہ خیز اور مفید ہو سکے

لڑکوں کو بھی اس طرح تیار کرنا ہوگا کہ وہ شادی کے بعد اپنی شریک حیات کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے لیے مسرّت و عافیت کی فراہمی کے ساتھ اپنے والدین کی محبت و عظمت و اطاعت و فرمانبرداری، اور آداب و حقوق کی پاسداری میں بھی فرق نہ آنے دیں۔

غور کریں! بیٹی اور بیٹے دونوں ہی کی تربیت کا عمل کتنا مشکل اور یہ فن کتنا زہرگداز ہے۔ کیا ہم اپنی بے اتفاقی کے ماحول میں اس سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟

ہرگز نہیں! بلکہ اس پر خاطر خواہ محنت صرف کرنے کے بعد بھی سو فیصد کامیابی کا دعوٰی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن السّعی منّا والاِتمامُ من اللہ ——— پر عمل سے چارۂ کار نہیں۔

اب مقالے کا تقاضا یہ تھا کہ شوہر کے فرائض اور بیوی کے فرائض ذرا تفصیل سے الگ الگ بیان کیے جائیں۔ دیگر ارکانِ خاندان کے لیے بھی کچھ رہنما اصول سامنے لائے جائیں اور زوجین کے لیے کچھ خاص قیمتی نصائح کا تحفہ بھی پیش کیا جائے ——— لیکن وقت کی قلّت اور صفحات کی تنگی مانع بنتی نظر آرہی ہے۔ پھر بھی اتنا ضرور عرض کر دوں گا۔ ابھی آخری چند صفحات میں جو کچھ رقم ہوا اُسے پھر ایک بار نگارِ غور سے دیکھیں تو ہر ایک کو اپنے حسب حال کچھ فرائض و اصول اور نصائح و آداب اَخذ کرنا کوئی مشکل اَمر نہ ہوگا۔

ربِّ کریم توفیقِ خیر سے نوازے، سب کو سعادت و عافیت سے ہمکنار فرمائے، اور ملّتِ مسلمہ کے مقدور کا ستارہ ہمیشہ تابندہ و درخشندہ رکھے۔

وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

جہیز

آج کے ماحول اور حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے بعد بڑے ہی قلق اور افسوس سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ روز بروز جہیز کا مطالبہ عام ہوتا جا رہا ہے۔ اور جو عورت کم جہیز لیجاتے اس کو کوسنے سے لیکر ستانے، طلاق دینے، یہاں تک کہ جلانے اور مار ڈالنے تک کے واقعات سننے میں آتے ہیں۔ صد افسوس! ایک پاکیزہ رشتہ جسے ربِّ کائنات نے پاکیزہ اور عظیم مقاصد کے لئے جاری کیا جو عہدِ رسالت، عہدِ صحابہ اور عہدِ اسلاف میں بڑے پاکیزہ اور سادہ طریقہ سے عمل میں آتا رہا۔ آج کے بے غیرت خاندانوں اور نوجوانوں نے اسے نفع جوئی اور زرطلبی کا ایک کاروبار سمجھ لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورتِ حال کا علاج کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں عوام و خواص کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔؟

ہمیں اس سلسلہ میں پہلے یہ غور کرنا ہوگا کہ جہیز کی کمی کی وجہ سے عورتوں کو ستانے والے جوانوں اور خاندانوں میں یہ حریصانہ طبیعت اور ظالمانہ جرأت کیسے پیدا ہوئی۔ اور اس کے اسباب و عوامل کیا ہیں؟

جواباً مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حریصانہ طبیعت حبِّ دُنیا کی پیداوار ہے۔ اور ظالمانہ جرأت دین سے دُوری کا نتیجہ ہے۔ بلکہ جارحانہ حد تک حبِّ دُنیا بھی دین سے دُوری اور اس کے اُصول و مقاصد سے بے تعلقی ہی کا شاخسانہ ہے۔

اس لئے کہ جو یہ جانتا ہو کہ دینِ اسلام اور ہر معتدل قانون اسی کی اجازت دے سکتا ہے۔ کہ آدمی اپنی کوشش و محنت سے جتنا چاہے مال کمائے۔ مگر دوسرے کے مال کی طمع اور اُسے اپنا مال بنانے کی حرص یقیناً مذموم اور گھٹیا طبیعت ہی کی پیداوار ہے۔ جو ایسی طبیعت سے پاک ہو وہ کبھی بھی بیوی کے مال و دولت کا حریص نہیں ہو سکتا۔

اور اسلامی نقطۂ نظر سے تو جہیز کا سارا سامان جو بیوی شوہر کے گھر لائے تمام تر بیوی ہی کی ملک ہے۔ اس پر زکوٰۃ اگر فرض ہو تو اس کی ادائیگی بیوی ہی کی

ذمہ داری ہے۔ اور اس کا استعمال کوئی دوسرا اگر کرنا بھی چاہے تو یہ بھی بیوی کی رضامندی اور اجازت ہی پر منحصر ہے۔

لیکن اس کے برخلاف جن خاندانوں اور جوانوں میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ چکا ہو کہ دلہن کا سارا مال ہماری ملک ہے۔ اور ہم اسے جیسے چاہیں استعمال کریں۔ ان لوگوں کی دین اور اس کے مسائل و مقاصد سے دوری بالکل روشن وعیاں ہے۔

پھر سنتِ رسول اور احکامِ اسلام کی رو سے نکاح کے بعد مہر اور نان و نفقہ اور سکونت کے سارے معاملات و مصارف شوہر کے سر عائد ہوتے ہیں۔ بیوی کے اوپر قطعاً یہ کوئی واجب یا فرض یا سنت نہیں۔ کہ وہ زیادہ سے زیادہ مال و دولت شوہر اور اس کے خاندان والوں کے حصہ میں لائے۔ اور وہ بھی اپنی کمائی سے نہیں، اپنے ماں باپ اور اپنے خاندان و اقارب کی محنت اور پسینہ کی گاڑھی کمائی سے۔ لڑکی کے والدین پر بھی صرف یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ مناسب لڑکے سے اس کا عقد کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہرگز نہیں کہ اس لڑکے کو مال و دولت سے بھی سرفراز کریں۔ یا اپنی لڑکی کو ہی زیادہ سے زیادہ سامان سے نوازیں۔ بلکہ عقدِ نکاح تو وہ عمل ہے جس کی وجہ سے لڑکی کے ذاتی مصارف کی بھی ذمہ داری شوہر کے سر منتقل ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ عجب حرص و ہوس ہے کہ آج کا نوجوان اور اس کا خاندان نکاح کے ذریعہ اپنی ضروریات اور اپنے مصارف کی ذمہ داری بھی نادار و ناتواں لڑکی کے سر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس ظلم و ستم اور جذبات و خیالات کے اوندھے پن سے خدا کی پناہ :۔

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جہیز کی کمی کے باعث جو خاندان اور نوجوان شاکی ہوتے ہیں اور اپنی بیجا توقعات پر پانی پھرتا دیکھ کر اس قدر غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ظلم و ستم اور سنگین جارحیت پر اُتر آتے ہیں وہ یا تو دین و شریعت کے مزاج و نہاد اور اصول و قوانین ہی سے نابلد ہوتے ہیں، یا جانتے ہوتے بھی وہ احکامِ ربانی کی خلاف ورزی کے عادی ہوتے ہیں۔ ان کی روزمرہ کی زندگی میں

بھی دین و شریعت سے انحراف نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

خصوصاً جہیز یا کسی بھی دنیاوی رنجش کی وجہ سے قتلِ مسلم تو ایسا ظالمانہ عمل ہے کہ اس کا مرتکب وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی دینی روح موت کے قریب پہونچ چکی ہو اس سے متعلق قرآنِ کریم نے صاف طور پر بتایا ہے کہ "جو کسی بھی ایماندار کو قصداً قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے"۔ ظاہر ہے کہ جو خوفِ آخرت سے خالی اور اس بھیانک پر ربِ قہار کی ناراضی اور اس کے انتقام سے بے پرواہ ہو وہی اس طرح کی ظالمانہ جسارت کر سکتا ہے۔

یہ ایک رُخ ہوا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہیز طلبی کی حریصانہ طبیعت اور نہ ملنے پر ظالمانہ جسارت کیسے پیدا ہوتی ہے۔

لیکن ایک رُخ اور ہے جس سے یہ معلوم ہوگا کہ زیادہ جہیز لینے دینے کا عمل کیوں پروان چڑھ رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں کوئی آہ و فغاں اور شور و فریاد کارگر کیوں نہیں ہوتی اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ جو اہلِ ثروت ہیں وہ اپنی دولت کے نام و نمود کی خاطر یا لڑکی اور داماد سے بے پناہ محبت کی نمائش کی خاطر بذاتِ خود اور بلا مطالبہ اتنا جہیز دے ڈالتے ہیں کہ متوسط طبقہ کی ساری دولت و جائیداد کی مالیت لگائی جائے تو اس کے برابر نہ ہو۔ ان حضرات کا عمل دیکھ کر دوسرے بھی زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کی فکر کرتے ہیں، اور اسی کو عزت و عظمت خیال کرتے ہیں۔ اور نہ دینے میں اپنی بے عزتی و حقارت محسوس کرتے ہیں۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ بہت سے دیندار اور خلوص کار لڑکوں اور خاندانوں نے زیادہ جہیز سے منع کیا، پھر بھی لڑکی والوں نے اپنی بساط سے زیادہ ہی دے ڈالا۔ زیادہ دینے کا رواج دولت مند اور متوسط قسم کے اچھے خاصے دین دار اور پابندِ شرع لوگوں میں بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص بظاہر خوشحال نظر آتا ہو، لیکن حقیقت میں پریشان حال اور تنگدست ہو اس لئے اتنا جہیز نہ دے سکے جو معاشرہ میں اس کے برابر اور ہم پلہ شمار کئے جانے والوں نے دیا ہے تو اُسے بخیل شمار کیا جاتا ہے۔

اور لڑکی، داماد سے عدم محبت پر محمول کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لڑکی کو بہت سی اذیتوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب جہیز معزز گھرانوں کا علامتی نشان بن چکا ہو اور فخر و مباہات کے ساتھ اسے عملاً رواج مل رہا ہو، اس ماحول میں اگر یہ تحریک چلائی جائے کہ جہیز مانگنا بند کرو، تو یہ کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہے۔ اور نہ پانے والے کہاں تک صبر کر سکتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ دینی فکر و مزاج اور شرعی کردار و عمل سے بھی عاری ہوں۔

دولتمندوں کے لیے حسب حیثیت لاکھ دو لاکھ اور اس سے زیادہ کا جہیز دیدینا کوئی مسئلہ نہیں۔ اور انہیں کے کردار سے یہ رسم بڑھتی اور پھیلتی جا رہی ہے۔ ان کے دامادوں کو دیکھ کر ہر نوجوان آرزومند ہوتا ہے کہ مجھے بھی ایسی لڑکی ملے جو اپنے ساتھ اسی طرح وافر جہیز لائے۔ اور جس کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی وہ اس حد تک بد دل ہوتا ہے کہ لڑکی پر طعن و تشنیع سے لیکر ضرب و قتل تک پہونچ جاتا ہے۔

ان حالات و اسباب کا جائزہ لینے کے بعد اب ان کے ازالہ و علاج پر غور کیجئے۔ تو درج ذیل صورتوں کے بغیر اس لعنت کا ازالہ اور ظالمانہ و جارحانہ واقعات کا انسداد ناممکن ہے۔

معاشرہ میں دینی اسلامی روح پیدا کیجائے۔ اسلامی احکام کی اہمیت و عظمت دلوں میں اُتاری جائے۔ آخرت کا خوف پیدا کیا جائے۔ متاعِ دُنیا کی حرص اور ثواب آخرت سے بے پروائی دُور کیجائے۔

(الف) اس بات کو دل و دماغ میں راسخ کیا جائے کہ مؤمن کی سُرخروئی اور کامیابی اسی میں ہے کہ خدا کی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر جائز و بہتر طور پر اپنی دنیا بھی خوشحال بنائے اور آخرت بھی سنوارے۔ ناانصافی اور ظلم و ستم سے بہرحال پرہیز کرے۔ ورنہ اس کا انجام بڑا ہی بھیانک اور خطرناک ہے۔ منتقمِ حقیقی کی سزا سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

(ب) یہ ذہن نشین کرایا جائے کہ نکاح ایک پاکیزہ رشتہ ہے۔ جو نسلِ انسانی

کی حفاظت و بقاء اور انسان کے فطری جذبات کی مناسب تحدید کے لئے وضع ہوا ہے۔ اس رشتہ کے بعد دو خاندانوں میں قرابت و محبت اور اتحاد و یگانگت بھی برپا ہوتی ہے۔ اور مرد و زن پر بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ لیکن مصارف و اخراجات کی ساری ذمہ داری شریعت نے مرد کے سر رکھی ہے۔ اور عورت قطعًا اس کی پابند نہیں۔ کہ شوہر کو اپنی یا اپنے ماں باپ کی دولت سے نفع اندوز کرے۔

(ج) دلوں میں مردانہ غیرت و حمیت پیدا کی جائے۔ اور بتایا جائے کہ مرد کی عزت اور وقار کا تقاضا یہی ہے کہ مرد خود اپنی کمائی، اپنی محنت اور اپنی دولت پر بھروسہ کرے۔ بیوی یا اس کے ماں باپ اور اہلِ خاندان کی کمائی اور دولت پر حریصانہ نظر رکھنا گھٹیا طبیعت پر غماز ہے۔ جس سے ہر شریف اور باغیرت فرد اور خاندان کو بہت دُور ہونا چاہیئے۔

(د) یہ باتیں لوگوں تک پہونچانے کے لئے پمفلٹ تقسیم کئے جائیں۔ جلسے منعقد کئے جائیں۔ نجی مجلسوں اور ہوٹلوں میں بھی ان خیالات کو عام کیا جائے۔ کمیٹیوں اور انجمنوں کے ذریعہ ان احکام و افکار کو گھر گھر پہونچا دیا جائے۔

(۲) عملی طور پر شادی بیاہ کے مواقع پر خصوصًا دولتمندوں کو سمجھایا جائے کہ خدا نے آپ کو دولت دی ہے، آپ اپنی بیٹی داماد کو جو چاہے دے سکتے ہیں، لیکن اس کا بھی خیال کریں کہ اس سے غریبوں کی دل شکنی نہ ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ غریب خاندانوں کی لڑکیاں اس رسم جہیز کی وجہ سے بیٹھی رہ جاتی ہیں اور ان کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔ جس کا نتیجہ معاشرہ میں آوارگی اور بے حیائی کی صورت میں بھی نمودار ہو سکتا ہے۔ آپ کو دینا ہی ہے تو بعد میں کبھی خفیہ طور پر دے لیں لیکن خُدا را اپنے جہیز اور دولت کی نمائش کر کے تنگدست لڑکیوں کی زندگی اجیرن نہ بنائیں۔

(۳) ایسی انجمنیں بنائی جائیں جو سماج کے سربرآوردہ، ذی ثروت، دردمند، صاحبِ کردار اور مخلص افراد پر مشتمل ہوں۔ یہ حضرات جہیز میں دیئے جانے والے سامانوں کی مناسب حد بندی کریں۔ اور سب سے پہلے خود اس پر کاربند ہوں۔

پھر دوسروں کو اس کا پابند بنائیں۔

(۴) نوجوانوں کو بہرحال یہ یقین دلایا جائے کہ دولت خدا کا ایک عطیۂ اور اسکا خاص فضل و انعام ہے جو ہر شخص کے حصے میں آنا ضروری نہیں۔ تم اگر اپنی محنت اور اپنے خاندان کی کمائی سے دولت کے مالک بن سکے، تو یہ دولت تمہارے لئے راحت و عزت کا باعث ہو سکتی ہے لیکن ظلم و ستم کے طریقوں اور ناجائز راستوں کو اپنا کر یا بھیک کی طرح جہیز مانگ کر مال و اسباب جمع کرنا کوئی شریفانہ طریقہ نہیں تمہاری عظمت اور تمہارا وقار اس میں ہے کہ تم کسی دکھی اور غریب و پریشان حال کے لئے ایک باعزت زندگی کا سہارا بنو اور اُسے اپنی زوجیت میں لاکر اس کا دکھ درد اور اس کا رنج و الم دور کرو۔ نہ یہ کہ وہ خود اپنے جہیز سے تمہاری محتاجی و غربت کا علاج کرے۔ جہیز اگر بہت زیادہ ہو تو بھی پوری زندگی اور اس کے اخراجات و ضروریات کا ساتھ نہیں دے سکتا بہرحال ایک وقت تمہیں اپنی اور اپنی نسل کی کفالت کے لئے خود محنت کرنی ہوگی۔ کیوں نہ آج ہی تم سسرال کی بجائے اپنے بازو کی قوت اور اپنے مولیٰ کی عنایت پر بھروسہ کرو۔ قناعت ہی اصل مالداری ہے۔ آدمی کو جو مل جائے اور اس کی محنت سے جو برآمد ہو اگر اس پر اس نے قناعت نہ کی تو مزید پر مزید کی حرص ہمیشہ اُسے دل کے اعتبار سے فقیر و محتاج ہی رکھے گی۔ خدا تمہیں غنائے قلب سے نوازے اور طمع دنیا سے بچائے۔

مذکورہ بالا تجاویز کا حاصل یہ ہے کہ فکر و مزاج میں تبدیلی لائی جائے تصورات و خیالات، معاملات و عادات کو اسلامی و ایمانی رنگ میں ڈھالا جائے۔ اور دولتمند طبقہ نادار و کمزور طبقہ کے دکھ درد اور اس کے مصائب و مشکلات کا سچے دل سے احساس کرے جبھی جہیز میں افراط و غلو کی لعنت اور اس سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سدباب ہو سکتا ہے۔ اور ان دونوں باتوں کو بروئے کار لانے کے لئے شہر شہر، گاؤں گاؤں، محلہ محلہ ایسی تنظیموں کا وجود ضروری ہے جو سماج میں مؤثر اور مخلص و دردمند افراد پر مشتمل ہونے کے ساتھ سرگرم عمل بھی ہوں۔ اگر یہ تنظیمیں قائم ہوکر دلچسپی و سرگرمی اور اخلاص و دلسوزی کے ساتھ برائیوں کے خلاف برسرپیکار رہیں تو ان کے ذریعہ دوسرے بھی بہت سے اصلاحی و فلاحی کام انجام پا سکتے ہیں۔

واللہ الہادی الی سواء السبیل۔

محمد احمد مصباحی ۲۵ محرم ۱۴۱۳ھ شب چہارشنبہ ۲ ۸/۹۲ء

آدابِ زندگی

بدر القادری مصباحی

دی ہیگ ہالینڈ

یہ دہکتا ہوا معاشرہ

انسان، خلقِ خدا میں سب سے زیادہ معزز ہے ——— باوقار اور ممتاز ہے ——— کوئی شہوانی جانور نہیں ——— جسے صرف شراب و شباب میں غرقاب کر دیا جائے تو اس کے مقصدِ حیات کی تکمیل ہو جائے گی۔ ترقی یافتہ دنیا کی مفلس تہذیب بنی آدم کو جس راہ پر لے جا رہی ہے ——— وہاں ہر طرف پیاس ہی پیاس ہے ——— تڑپ ہی تڑپ ——— بے چینی اور بے قراری کے سوا کچھ نہیں ——— صفحۂ عالم کا زیرِ اثر حصہ سکون و طمانیت کی دولت سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔

ہوس کے بندوں پر لعنت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

حصولِ دولت اور نفسانیت کی راہ میں رسہ کشی ہو رہی ہے۔ حرص و طمع، ہوا و ہوس کی گرم بازاری ہے۔ نگاہیں پیاسی ——— قلوب پیاسے ——— معاشرہ پیاسا ہے ——— سیرابی میسر نہیں ——— شہوت کا عفریت ——— نامور شہروں کی بلند و بالا ——— مرصع اور ارفع و اعلیٰ عمارتوں سے جھانک رہا ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کو تخلیق فرمانے والے پروردگار نے دن کام کاج اور رات کو حصولِ راحت کے لیے پردہ پوش بنایا ہے۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا — اور ہم نے بنایا رات کو پردہ پوش اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔ (النبأ ۱۰-۱۱)

مگر اندھی تہذیب کے متوالوں کا اصل کام اس وقت شروع ہوتا ہے جب تیر تاباں غروب ہو جاتا ہے ——— ملگجی پُر سکون اندھیرے کی دبیز چادر ماحول کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیتی ہے۔ اِدھر شام کی چلمن گری ——— اُدھر بازارِ عصیاں کی آرائش کا آغاز ہوا ——— تاریکی جوں جوں بڑھتی ہے یہ سیاہ باطن اپنے گھناؤنے پنجے آستینوں سے باہر نکالنا شروع کرتے ہیں۔

ان نفسانی اور شہوانی کارندوں نے اب اپنے تباہ کن، ہلاکت خیز، اور جہنم رسا

کاموں کو بہت منظم کرلیا ہے۔ ع اسی کا نام تو تہذیب نو ہے۔

آپ جانتے ہیں ترقی یافتہ دنیا کسے کہتے ہیں۔؟

- جہاں شراب پینا فیشن اور ام الخبائث کو بقائے صحت کی ضمانت سمجھا جائے۔
- قمار بازی اعلیٰ سوسائٹی کا فرد ہونے کی سند ہو۔
- ناچ رقص، اچھل کود، دھماچوکڑی، شور و شر میں ہر نوجوان لڑکا اور لڑکی از خود رفتہ ہو۔
- مذہب، دھرم اور ریلیجن جہاں طاقِ نسیاں میں رکھی ہوئی فرسودہ کتاب سمجھی جائے۔

عمل

- تعلیم کے نام پر جہاں اسکولوں، کالجوں میں بے حیائی اور بدتمیزی کا کوئی دیکھنے سے رہ نہ جائے۔
- رات گئے دیر کو لوٹتے ہوئے ہر نوجوان لڑکا اس شب کی من پسند لڑکی کو بھی بغل کرکے لانے میں آزاد ہو۔
- یا لڑکی کلب سے لوٹتے ہوئے ساتھ آتے، اپنے نوجوان دوست کا چہک چہک کر گھر والوں سے تعارف کرانے میں کوئی باک نہ محسوس کرے
- جہاں سنِ شعور کو پہونچنے سے پیشتر ہی لڑکے اور لڑکیاں جنسی اختلاط کے فطری اور غیر فطری طریقے آزما چکیں۔
- جہاں شادی بیاہ، خاندان، حمل اور ولادت کو فرسودہ طریقہ اور بلاوجہ کی زحمت سمجھا جائے۔
- جہاں مرد، ہر رات عورتیں بدلنے اور عورت ہر شب نیا بوائے فرینڈ منتخب کرنے میں آزاد ہو۔
- اسقاطِ حمل اور اولادِ زنا کی پرورش کے جملہ انتظامات حکومت اپنا ذمہ سمجھے۔

- جہاں مردوں کو مردوں کے ساتھ اور عورتوں کو عورتوں کے ساتھ ہمجنسی کی آزادی ہی نہیں بلکہ قانونی تحفظ بھی حاصل ہو۔
- جہاں انسانی اخلاق کا معیار اتنا گر جائے کہ بوڑھے بوڑھیاں اولاد سے زیادہ کتے بلیوں کو فرماں بردار سمجھنے لگیں۔
- جہاں ایسے واقعات عام ہوں کہ متعدد اولاد رکھنے کے باوجود ماں یا باپ تنہا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے۔ جب لاش سے تعفن اٹھے تو پڑوسیوں کے ذریعہ اولاد کو اس کی موت کا علم ہو۔

یہ ہے ترقی یافتہ دنیا کی آزادی اور ترقی کا مختصر معاشرتی خاکہ۔۔ یاد رہے کہ

① دنیا کا ایک حصہ اس آزادی کے مزے چکھ رہا ہے۔

② دوسرا خطہ اس آزادی سے کچھ حصہ پاچکا ہے۔ اور مزید پانے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔

③ تیسرا خطہ اس آزادی سے محروم ہے۔ وہ اسے ایک لعنت سمجھتا ہے۔ مگر خود نمبر ایک کی آزاد دنیا اس تیسرے خطہ تک اپنی برکتیں جلد از جلد پہونچانے کے لیے بے قرار ہے۔

بیشتر مسلمان دنیا کے اس تیسرے زمرے میں آتے ہیں ——— اور کلمۂ طیبہ والی صرف یہی ایک ملت شیطانی منصوبوں کے آڑے آتی ہے۔ اور بے حیائی، حرام کاری، فضول خرچی، عیاشی اور نسلِ انسانی کی بربادی کے منصوبوں کا تریاق رکھتی ہے ——— کیوں ؟

اس لیے کہ یہ خدائی قانون پر عمل کرنے والی، اور منشاءِ الٰہی کو برپا کرنے والی ملت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانی معاشرہ کی شیرازہ بندی کا الٰہی نظام کیا ہے۔؟

اس کا جواب لینے کے لیے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کے معاشرتی مفصل اور منظم قوانین کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

خداپسند معاشرہ یہ نظام شرائع ماسبق کا جامع اور رہتی دنیا تک کی انسانی ضرورتوں کا کفیل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ کہ

" مرد اور عورت اپنی فطری اور جبلی خواہشات کو نہ اس قدر مٹا دیں کہ رہبانیت و تبتّل تک پہونچ جائیں۔ اور نہ اس قدر آزاد چھوڑ دیں کہ شرافت کی ساری حدوں کو پھلانگتے چلے جائیں۔ بلکہ احکامِ الٰہیہ کے مطابق جائز راستوں پر چل کر مرد اور عورت دونوں رشتۂ نکاح میں منسلک ہوں۔ اور میاں بیوی بن جانے کے بعد ایک دوسرے کے حقوق کی پوری رعایت کریں۔ اور صالح خاندان، پُرامن معاشرہ اور خداترس سوسائٹی کی تشکیل میں معمارانہ ذمّہ داری ادا کریں۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد میں زوجین کی ایک دوسرے پر بھاری ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ جن سے عہدہ برآ ہونے والا اللہ کا مقرب بندہ کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔"

نکاح کیا ہے؟ الغرض خداوندِ عالم نے مرد اور عورت کی جنسی خواہشات کی تکمیل کا محض ایک راستہ متعین فرمایا ہے۔ فطری لحاظ سے نکاح سب سے مضبوط ذریعۂ محبت ہے۔ لَمْ تَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ۔ (ابن ماجہ عن ابن عباس) اور جب انسانی قویٰ، جسمانی ساخت اور گرد و نواح کو غائر نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ دنیاوی فوائد، بیماریوں سے حفاظت، مفاسد کی بندش، حصولِ طمانیت اور تکمیلِ مدارجِ روحانی ــــ ان تمام کا نکاح کے ساتھ بہت گہرا ربط نظر آتا ہے۔ بہرحال یہ ایک الگ موضوع ہے۔ جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

مختصراً یوں کہئے:۔

نکاح نسلِ انسانی کی ترقی اور افزائش کا ذریعہ ہے ــــ نکاح عزّت و عفّت کی چادر ہے ــــ نکاح معاشرتی نظام کا ستون ہے ــــ نکاح پاکبازوں کا وطیرہ ہے ــــ نکاح سے نصف ایمان محفوظ ہوجاتا ہے ــــ نکاح

ابوالبشر سیّدنا آدم علیہ السّلام نے فرمایا ــــ نکاح تمام انبیاء و رسل کا طریقہ ہے ــــ نکاح خاتم الانبیاء سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

نسلِ انسانی کے سب سے بڑے خیرخواہ ــــ سراپا رحمت و رافت سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں اپنی نورانی ہدایات سے سرفراز فرمایا ہے۔ فرامینِ رسول کا خلاصہ، خصوصًا عوام کی آسانی کے پیشِ نظر صرف اُردو میں حاضر ہے۔

★۔ نوجوانو! تم میں جو نکاح کی ذمّہ داریاں اٹھانے کی سکت رکھتا ہو اُسے نکاح کرلینا چاہئے۔ کیونکہ یہ نگاہ کو نیچا رکھتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جو نکاح کی ذمّہ داریاں اٹھانے کی وسعت نہیں رکھتا، اُسے روزہ رکھنا چاہئے (تاکہ شہوت کا زور ٹوٹ جائے) (بخاری، ابن مسعود)

★۔ میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ توجس نے میری سنّت سے روگردانی کی وہ میری راہ پر نہیں۔ (مسلم)

★۔ عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔ اس کے مال کی بنیاد پر، خاندانی شرافت کی بنیاد پر، خوبصورتی کی بنیاد پر، اور دینداری کی بنیاد پر۔ تو تم دیندار عورت کو حاصل کرو۔ خدا تمہیں بامراد کرے۔

(صحیحین۔ ابوھریرۃ)

★۔ پوری دنیا متاعِ زندگی ہے۔ اور بہترین متاعِ دنیا نیک عورت ہے۔

(مسلم۔ ابن عمر)

★۔ کثرتِ اولاد کی صلاحیت والی عورت سے شادی کرو۔ اور نسل کو ترقی دو۔ کیونکہ روزِ قیامت میں دوسری امّتوں کے سامنے تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ (ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۶)

★۔ خوب محبت کرنے والی اور کثرتِ اولاد کی صلاحیت والی عورت سے شادی کرو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت سے اور امّتوں پر فخر کروں گا۔ (مشکوٰۃ، کتاب نکاح)

★ ۔ عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی وجہ سے شادی نہ کرو۔ ہو سکتا ہے ان کا حسن ان کو تباہ کر دے۔ اور نہ ان کی مالداری کی وجہ سے شادی کرو۔ ہو سکتا ہے ان کا مال انہیں سرکشی میں مبتلا کر دے۔ بلکہ شادی دین کی بنیاد پر کرو۔ (وَلَاَمَۃٌ سَوْدَآءُ ذَاتُ دِیْنٍ اَفْضَلُ) سیاہ رنگ کی دیندار باندی (گوری خاندان یا مال والی عورت سے جو دیندار نہ ہو اس سے) افضل ہے۔ (منتقیٰ)

★ ۔ جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص شادی کا پیغام لائے جس کے دین و اخلاق کو تم پسند کرتے ہو، تو اس سے شادی کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑی خرابی پیدا ہوگی۔ (ترمذی)

★ ۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا تشہد سکھایا۔ اور تشہد فی الحاجۃ یعنی نکاح کا تشہد بھی تشہدِ نکاح (جس کا اردو میں خلاصہ) یہ ہے۔ حمد اور تعریف صرف اللہ کے لئے ہے۔ ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور اسی سے مغفرت کے طلبگار ہیں۔ اور اپنے نفس کی برائیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اللہ کی پناہ اور حفاظت میں دیتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر

نکاح ایک معاہدہ

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تین آیتیں پڑھتے (جو ہر خطبۂ نکاح میں پڑھی جاتی ہیں)۔

رشتۂ نکاح قائم کرتے وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی جو آیاتِ مبارکہ تلاوت فرماتے اور جو خطبہ دیتے وہ اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ مرد و عورت کا یہ بندھن خالص منشاءِ ربانی کے مطابق ہے۔ اور مسلمان

جوڑے اسے محض ذریعۂ عیش و نشاط کے طور پر برپا نہیں کرتے بلکہ نکاح ایک نہایت اہم معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی بنیاد پر خدائی حفاظت میں سفرِ زندگی کے ایک ذمہ دارانہ دور کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورت میدانِ عمل میں اترنے سے پہلے ہی اپنی خلقی کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور شادی کے بعد حقوق اللہ اور ایک دوسرے کی ذمہ داریوں اور ادائے حقوق کا خود بھی عہد کرتے ہیں۔ اور اس بارے میں خداوندِ عالم سے مدد بھی مانگتے ہیں۔

جو گھر اسلامی انوار سے روشن ہو

میاں بیوی کی باہمی الفت خدا کی نشانیوں میں سے ہے۔ ان کی ایک دوسرے سے محبت و یگانگت ہی گھریلو امن و راحت کی بنیاد اور اساس ہے۔ ازدواجی تعلق میں رب تعالیٰ نے بیشمار حکمت و مصلحت رکھی ہے۔ جو محتاجِ بیان نہیں۔ قلبی سکون و اطمینان معاشرتی خوشگواری، اور اولاد کی سنجیدہ ماحول میں بہتر سے بہتر داشت و پرداخت کے لئے زوجین کا ہر لحاظ سے مستعد اور حق شناس ہونا کتنا ضروری ہے یہ بتانے کی بات نہیں۔ ایک خوشگوار اور پاکیزہ خاندان معاشرہ کے کن کن پہلوؤں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ حسنات و برکات کے کتنے دروازے کھلتے ہیں اس کا اندازہ اسلامی اصولِ معاشرت کی پابند سوسائٹی میں رہ کر ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف محض جسمانی لذت اندوزی اور تسکینِ جنسی کی بنیاد پر قائم کردہ مرد اور عورت کے تعلقات جسے قرآن نے مسافحین اور مسافحات (النساء: ۲۴-۲۵) سے تعبیر کیا ہے۔ نسلِ انسانی کو تباہی و بربادی کے قعرِ مذلت اور اخروی ذلت و ندامت اور خسران و عذاب کی راہ پر لگانے کے سوا کچھ نہیں۔

بیوی کے حق میں شوہر کی ذمہ داریاں

اسلام اپنے پیروؤں کو خانگی امور میں بھی خدائی ہدایات کی روشنی عطا کرتا ہے۔

مردوں کو ان کی ذمہ داریاں اور حسنِ اخلاق سکھاتا ہے۔ اور عورتوں کو ان کی مسئولیات اور تہذیب سے نوازتا ہے۔ مردوں کو معاشرتی تعلیم دیتے ہوئے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ	اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ
كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا	عمدگی سے۔ پھر اگر نہ پسند کرو انہیں تو صبر کرو،
شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○	شاید تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور رکھ دی
(النسآء: ۱۹)	ہو اللہ تعالیٰ نے اس میں (تمہارے لئے) خیر کثیر

★ - ایک صحابی (حضرت معاویہ) نے رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ بیوی کا اس کے شوہر پر کیا حق ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اس کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اُسے کھلائے۔ اور جب تو پہنے تو اُسے پہنائے۔ اور اس کے چہرے پر نہ مارے۔ اور اس کو بددُعا نہ دے۔ اگر اس سے ترکِ تعلق کرے تو صرف گھر میں کرے۔ (ابوداؤد - معاویہ)

★ - مؤمن شوہر اپنی مؤمنہ بیوی سے نفرت نہ کرے۔ اگر اُسے اس کی ایک عادت اچھی نہیں لگتی تو دوسری اور عادتیں پسند آئیں گی۔ (مسلم - ابوھریرہ)

★ - لوگو! سُنو! عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنا۔ اس لئے کہ وہ تمہارے پاس بمنزلہ قیدی ہیں۔ ان کے ساتھ سختی صرف اس صورت میں روا ہے جب ان کی طرف سے کھلی نافرمانی ظاہر ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کے ساتھ ان کی خوابگاہوں میں قطع تعلق کرلو۔ اور ان کو اتنا ہی مار سکتے ہو جو سخت شدید زخم کرنے والی (مار) نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہارا کہنا مانیں تو ان کو ستانے کے لئے راستہ نہ ڈھونڈو۔ سنو! کچھ حقوق تمہاری بیویوں کے تم پر ہیں۔ اور کچھ تمہارے حقوق ان پر ہیں۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارا فرش ایسے لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو۔ سنو! اور اُن کا

حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھانا اور کپڑا دو۔

(خطبہ حجۃ الوداع - ترمذی عن عمرو بن احوص)

★ جب آدمی اپنے گھر والوں پر آخرت میں اجر پانے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ بنتا ہے۔ (صحیحین - ابومسعود بدری)

★ مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ اچھا ہو۔ اور اپنی بیوی کے ساتھ جس کا رویہ لطف و محبت کا ہو۔ (ترمذی - عائشہ)

★ . . . تم لوگوں میں اچھے، زیادہ حالِ خیر، وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں۔ (ترمذی - ابوہریرہ)

★ تم لوگوں میں وہ آدمی زیادہ بھلا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہو۔ اور میں اپنی بیویوں کے لئے بہت اچھا ہوں۔ (ترمذی - عائشہ)

★ میں تمہیں عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت فرماتا ہوں۔ تم میری اس وصیت کو قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں۔ اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی ہے۔ اگر تو اُسے سیدھا کرنے لگے تو توڑ ڈالے گا۔ اور اگر ایسی ہی رہنے دے تو ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ (صحیحین - ابوہریرہ)
(مسلم کی دوسری روایت میں ہے) عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ تیرے لئے کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔ اگر تو اس سے حسنِ معاشرت چاہتا ہے تو اسی حال میں گزر بسر کر۔ اور اگر سیدھا کرنا چاہے گا تو توڑ دے گا۔ اور توڑنا طلاق دینا ہے۔

★ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں ایک سفر میں حضور کے ہمراہ تھی تو پیدل دوڑ میں ہمارا مقابلہ ہوا۔ تو میں جیت گئی۔ اور آگے نکل گئی۔ اس کے بعد جب میرا جسم کچھ وزنی ہوگیا تو (اس زمانے میں بھی ایک بار) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا۔ اس بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے۔ اور آگے نکل گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہوگیا۔
(سنن ابی داؤد - عائشہ)

★ مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ ہم چند نوجوان خدمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حصولِ دین کی غرض سے بیس روز رہے۔ جب آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم گھر جانا چاہتے ہیں تو فرمایا اپنے اہل وعیال کی طرف جاؤ۔ ان میں رہو۔ ان کو دین کی باتیں سکھاؤ۔ اور ان پر عمل کا حکم دو۔ (بخاری۔ مالک بن الحویرث)

★ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو فرمان لکھا کہ اپنی بیویوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۲ ص: ۱۵۸)

نیک بیوی دنیا کی عظیم ترین نعمت ہے۔ مسلمانوں کو بیویوں کے حقوق کی رعایت کا پابند کیا گیا ہے۔ اور ان کی ضروریات و مطالبات (جو شرعی حدود کے اندر ہوں) کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ اخلاق و مروت، صبر و تحمل، داد و دہش، ہمدردی و غمگساری، اور حتی الامکان اچھی خوراک، اچھے لباس اور سامانِ آرائش و زینت کے سب سے زیادہ حقدار بیوی بچے ہی ہیں۔ مرد پر ماں باپ کے بعد سب سے بڑا حق بیوی بچوں کا قرار دیا گیا ہے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء علوم الدین میں آدابِ معاشرت اور ان امور کا جو زوجین کے تعلقات کی بہتری کے لئے ضروری ہیں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اس باب میں شوہر کے لئے کچھ امور میں اعتدال اور ادب کا لحاظ رکھنا لازمی قرار دیا ہے۔ اور ہر ایک کو قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین فرمایا ہے۔

۱۔ آدابِ ولیمہ

دعوتِ ولیمہ سنت ہے۔ خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو خرما اور ستو سے دعوتِ ولیمہ کی۔ مشہور صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر زردی کا نشان دیکھا۔ تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ وہ عرض گزار ہوئے کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ اور کھجور کی گٹھلی برابر سونا مہر مقرر کیا ہے۔ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا: خدا تجھے مبارک کرے۔ ولیمہ کرو۔ خواہ ایک ہی بکری کیوں نہ ہو۔

۲۔ حُسنِ معاشرت

سفرِ زندگی میں ہموار و ناہموار ہر قسم کے مراحل آتے ہیں اس وقت زوجین کی ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کا لحاظ قائم رکھیں۔ مرد کو چاہیئے کہ بات بات پر ڈانٹنے جھڑکنے اور زد و کوب ہی کا سلسلہ شروع نہ کر دے۔ بلکہ گزر بسر کی سنجیدہ راہ پر چلے۔ اگر بیوی کی کسی بات کو ناپسند کرے تو اس پر صبر اور تحمل کا ثبوت بھی دے۔ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے بھی کبھی ناخوشگوار بات ہو جاتی تھی اور رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم صبر و حلم سے درگزر فرما دیا کرتے تھے۔ امام غزالی نے حدیث نقل کی ہے حضور اقدس نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے اُسے صبرِ ایوب علیہ السلام کا ثواب عطا ہوگا۔ اور جو عورت خاوند کی بدمزاجی پر صبر کرے گی۔ اُسے آسیہ زوجۂ فرعون کا ثواب ملے گا۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں تمہاری رضامندی اور خفگی کو میں جان لیتا ہوں۔ پوچھا کیسے؟ فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو قسم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی۔ اور جب ناخوش رہتی ہو تو کہتی ہو قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی۔ حضرت عائشہ نے کہا: آپ بجا فرماتے ہیں واللہ میں حالتِ غضب میں فقط آپ کا نام ترک کرتی ہوں۔ گویا بیوی کی خفگی اور ناراضگی پر صبر کی تعلیم خود معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

۳۔ خوش کلامی اور مزاح

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بے مثال عظمت و جلالت کے باوجود اُمہات المؤمنین کے ساتھ ان کی عقل اور مزاج کے مطابق اچھے برتاؤ فرمایا کرتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ کے ساتھ آپ کا دوڑ لگانا اس کا ثبوت ہے۔ اسی طرح دروازہ کے کواڑ کے پاس خود کھڑے ہو کر اپنی آڑ سے ام المؤمنین کو حبشہ کے کرتب دکھانے والوں کے کرتب دکھانا بھی احادیث میں آیا ہے۔ حضرت لقمان کا قول ہے عاقل کو چاہیئے کہ اپنے گھر میں بچے کی طرح اور قوم میں شانِ مردانہ کے ساتھ رہے۔ سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں مرد کو اپنے گھر میں بچے کی طرح رہنا چاہیئے اور جب اس سے مطالبہ ہو تو مرد

ہوجائے۔ اپنی رفیقۂ زندگی کے ساتھ بیجا سخت گیری، تند خوئی اور متکبرانہ رویّہ پُرسکون خانگی ماحول کو غارت کر دیتا ہے۔ گھر والوں کے ساتھ ہنسی خوشی کے ساتھ رہنا بھی اسلامی معاشرت کا مطالبہ ہے۔

۴۔ تدبیر و حکمت اہلِ خانہ کے ساتھ خوش خلقی اور اخلاق مندی اس حد تک ہونی چاہیئے کہ وقار و ہیبت قائم رہے۔ نہ یہ کہ زن مُرید بن کر بیوی کے اشاروں ہی پر ناچتا رہے۔ یہ نہایت اہم ہدایت ہے۔ دورِ حاضر کے نوجوانوں بالخصوص جس سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اور نتیجتاً اپنے دیگر واجبات سے انحراف کرتے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں بیوی کے ساتھ پیار محبت، لطف و مروت اس اعتدال کے ساتھ ہو کہ شریعت و مروت کے خلاف امور پر خفگی اور غضب کا اظہار بھی ہوتا رہے۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں جو شخص اپنی زوجہ کا اتنا تابعدار ہوجائے کہ وہ جو چاہے وہی کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ میں اوندھا گرا دے گا۔ جو شخص جورو کا غلام ہوگیا وہ ہلاکت میں چلا گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بیوی اس کی ملک اور نگرانی میں دی تھی۔ اور اس نے اپنی بدعقلی سے خود کو بیوی کی غلامی میں دے دیا۔ اسلام نے شوہر کو سیّد اور آقا قرار دیا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے فرمودات میں ہے کہ عورت کے ساتھ محض عزت اور نرمی کا برتاؤ کرنے والا بالآخر اس کے ہاتھوں ذلیل ہوجاتا ہے۔ حضرت لقمان کے نصائح میں یہ بات بھی تھی، بیٹے! بری عورت سے بچنا کہ وہ تجھے وقت سے پہلے بوڑھا کر دے گی۔ اور شریر عورتوں سے کنارہ کش رہنا کہ وہ کبھی تجھ سے کسی نیک کام کی فرمائش نہیں کریں گی۔ اور نیک بخت عورت کے حق میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُری عورت کو ایک بلا فرمایا ہے۔ حضور نے بُری عورت کی خاصیت بیان کی کہ جب مرد اس کے پاس جائے تو بدزبانی کرے۔ گالی دے۔ اور جب موجود نہ ہو تو خیانت کرے۔

امام غزالی فرماتے ہیں عورت میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک برائی دوسرے کمزوری۔

اس کی بُرائی کا علاج تدبیر و حکمت اور زجر و توبیخ ہے۔ اور کمزوری کا علاج دل بستگی اور رحم ہے۔ ہر آدمی کو عورت کی خصلتوں کے لحاظ سے اس کے ساتھ رویّہ رکھنا چاہیئے۔ لطف و مروت، پیار محبت کے ساتھ درشت کلامی اور نصیحت کا ملح فی الطعام کی حیثیت رکھتا ہے۔

۵۔ غیرت میں اعتدال بیوی کے تعلقات کے مابین ایک طرف جن امور میں خرابی کا اندیشہ نظر آئے اس سے مرد کو غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف بدگمانی اور عورت کے پوشیدہ معاملات کی زیادہ کرید نہیں کرنی چاہیئے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے خفیہ امور کے درپے ہونے نیز سفر وغیرہ سے آکر ان کے پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہے۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ فرماتے ہیں بیوی سے زیادہ شرم و حیا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری اسی غیرت سے وہ بدظن ہوجائے۔ اگرچہ غیرت اپنے موقع و محل پر اچھی چیز ہے۔ واقعۂ معراج بیان فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ محل حضرت عمر کا ہے۔ حضور نے بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ میں نے اس میں داخل ہوتا چاہا مگر اے عمر! مجھے تمہاری غیرت یاد آگئی۔ امام حسن بصری نصیحت فرماتے۔ کیا تم اپنی عورتوں کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازاروں میں کفار کے جسم سے مس کرتی ہوئی چلیں۔ بے غیرت انسانوں کا خدا بُرا کرے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں غیرت مند ہوں اور جو بے غیرت ہو اس کا دل اندھا ہوتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی حضرت فاطمہ زہرا سے پوچھا۔ عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا: بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے نہ کوئی مرد اُسے دیکھے۔ حضور اقدس نے انہیں محبت میں گلے سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔ کیوں نہ ہو کس باپ کی بیٹی ہے۔!!!

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک سیب میں سے کچھ حصّہ کھا کر بقیہ غلام کو دیدیا۔ اس پر انہوں نے اہلیہ کو زجر فرمایا۔ یوں ہی اپنی خاتونِ خانہ کو گھر کے روشن دان سے جھانکتے ہوئے دیکھا تو توبیخ کی اور سزا دی۔ آقا و مولا نے

فرمایا بیویوں کو گھر میں رہنے کی عادت دلاؤ۔ عورتیں اگر اپنی لازمی ضرورتوں سے گھر کے باہر جائیں بھی تو شوہروں کی اجازت سے جائیں۔ ساتر لباس نقاب وغیرہ کا اہتمام کرکے جائیں۔ راستوں میں نگاہیں نیچی رکھیں۔ سرِراہ کسی سے باتیں نہ کریں لیکن جلد لوٹنے کی فکر کریں۔

۶۔ نفقہ میں اعتدال نہ اتنی سخاوت کہ اسراف میں داخل ہوجائے۔ اور نہ اتنی تنگی کہ بخل شمار ہو۔ ارشادِ رب ہے۔

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (اعراف:۳) کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ اور نہ بنالو اپنے ہاتھ کو بندھا ہوا اپنی گردن

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ۔ (اسراء:۲۹) کے اردگرد۔ اور نہ ہی اس کو بالکل کشادہ کردو۔

اہل وعیال پر خرچ ہونے والا مال اور دولت بھی موجبِ اجر وثواب ہے۔ فرمانِ رسولِ اکرم ہے ایک دینار جسے تونے جہاد میں خرچ کیا۔ ایک وہ جسے غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا۔ ایک وہ جسے کسی مسکین پر صدقہ کیا۔ اور ایک وہ جسے تونے اپنے اہل (بیوی بچوں) پر خرچ کیا۔ ان میں سب سے زیادہ ثواب اس دینار کا ہوگا جو اہل وعیال پر خرچ ہوا۔ (مسلم۔ ابوہریرۃ)

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے لئے ہر چار روز میں ایک درم کا گوشت خرید دیا کرتے تھے۔ ابن سیرین فرماتے ہیں چاہئے کہ (وسعت ہو تو) ہر ہفتہ گھر والوں کے لئے فالودہ (یا موجودہ دور میں سوئی، حلوہ یا کوئی بھی میٹھی غذا) کا انتظام کر دیا کرے۔ مرد کو چاہئے کہ بیوی کو حکم دے کہ بچا ہوا کھانا خیرات کر دیا کرے۔ اگرچہ یہ ادنیٰ خیرات ہے۔ عورت اس قسم کی خیرات شوہر کی اجازت کے بغیر بھی کرسکتی ہے۔ مسلمان شوہر کو اپنے اہل وعیال کی پرورش حلال مال سے کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی اور بیوی بچوں کی ناروا خواہشات کی تکمیل میں حلال وحرام کا فرق فراموش کرکے معصیت میں جا پہنچے۔

۷۔ مرد کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ہے کہ ان ایام اور حالات کے مسائل سیکھ لے جن میں

بیوی کی صحبت سے احتراز ضروری ہے۔ بیوی اگر روزہ نماز اور طہارت وغیرہ کے مسائل واحکام سے ناواقف ہو تو اُسے ان چیزوں کی تعلیم دینا بھی شوہر کا ذمہ ہے۔ ارشادِ رب العٰلمین ہے قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔ خود کو اور اپنے اہل کو نارِ جہنم سے بچاؤ۔ اس سے پتہ چلا کہ شوہر کو اپنی زوجہ کی دینی نگہداشت، اعمالِ حسنہ کی ترغیب اور برائیوں سے اجتناب کرانا بھی ضروری ہے۔ اگر شوہر خود اتنا علم نہیں رکھتا تو اس کا انتظام کرے۔

۸۔ مساوات اور برابری۔ اگر مرد کئی بیویاں رکھتا ہو تو چاہئے کہ ان میں عدل کا برتاؤ کرے۔ یہ نہ ہو کہ ایک کی طرف زیادہ مائل ہوکر دوسری کی حق تلفی کرے۔ سفر میں جانا ہو تو قرعہ اندازی کرکے جس کا نام نکلے اُسے ہمراہ لیجائے۔ یا باری مقرر کرے۔ شب باشی کے لئے بھی باری متعین کرے۔ بیویوں کے درمیان ناانصافی اور عدمِ مساوات کرنے والا قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا نصف بدن ایک طرف کو جھکا ہوگا۔ داد ودہش، لباس وخوراک اور رہائش ہر شئے میں برابری کا برتاؤ ہونا چاہئے۔

۹۔ مصالحت۔ خدانخواستہ اگر زوجین میں کبھی ایسا اختلاف واقع ہوجائے کہ کسی کو درمیان میں لائے بغیر چارہ کار نہ ہو۔ تو ایک باتدبیر، متدین شخص پنچ کی حیثیت سے شوہر کے خاندان سے اور ایسا ہی ایک شخص بیوی کے خاندان سے مل کر زوجین میں صلح کرادیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا۔ (النساء:۳۵) اگر وہ دونوں پنچ صلح کرانے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

اس بارے میں پنچوں کو حق وانصاف سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ دونوں میں غلطی جس کی بھی ہو اس کی اصلاح پر توجہ دیں۔

عورت اگر نماز نہ پڑھتی ہو تو شوہر اس سے اس بات پر زبردستی اور سختی کرسکتا ہے۔

یونہی تمام لازمی دینی امور میں۔

۱۰۔ آدابِ صحبت۔ حیاء مسلمان کا زیور ہے۔ اور اُسے کسی حال میں جُدا نہ ہونا چاہئے۔ بیوی سے ہمبستری کرتے وقت بھی اسلام باحیاء تعلیم فرماتا ہے۔ مستحب ہے کہ صحبت بسم اللہ سے شروع کرے۔ اور یہ دعاء پڑھے

اَللّٰهُمَّ اجْنِبْنِي الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔

بعض بزرگوں نے انزال کے بعد دل میں یہ پڑھ لینے کو بھی لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا (الفرقان: ۵۴)

صحبت کے دوران جسم پر چادر وغیرہ ضرور ہونی چاہئے۔ اور صحبت سے پہلے ملاعبت کا بھی حدیثِ پاک میں حکم آیا ہے۔ اپنی طمانیتِ خاطر کے ساتھ بیوی کے اطمینان کا بھی لحاظ کرنا آدابِ صحبت میں داخل ہے۔ بعض علماء نے شبِ جمعہ میں صحبت کو مستحب فرمایا ہے۔ نکاح کے بعد عورت کی عفت و پاکبازی کا نگہبان شوہر ہوتا ہے۔ اس لئے صحبت میں اپنی طلب کے ساتھ اس کی خواہش کا احترام بھی ضروری ہے ایامِ حیض وغیرہ جن میں صحبت ناجائز ہے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں صحبت سے اگر اولاد ہوئی تو اس کو جذام کا مرض ہو سکتا ہے۔

صحبت سے فارغ ہو کر پیشاب کر لینا اور اعضاء کو دھو لینا، وضوء کر لینا اچھا ہے۔ بہتر ہے کہ غسلِ جنابت سے جلد از جلد فارغ ہو لے۔ جنابت کی حالت میں بال اور ناخن وغیرہ نہیں کٹوانا چاہئے۔

۱۱۔ گیارہواں ادب یہ ہے کہ صرف لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی ولادت پر اظہارِ رنج نہ کیا جائے۔ اولاد کے ہونے پر داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہے، اچھا نام رکھے، عقیقہ کرے، بولنا شروع کرے تو پہلے لا الٰہ الّا اللہ سکھائے۔ اچھی تعلیم و تربیت دے وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۔ بارہواں ادب یہ ہے کہ اگر زوجین میں موافقت کی کوئی شکل باقی نہ رہ جائے اور علیحدگی ناگزیر ہو جائے تو شریعت کے مطابق ایامِ طہر میں ایک ایک طلاق دے۔

اگر بیوی اطاعت شعار ہو تو بلا وجہ اُسے ایذاء دینے کے لئے طلاق کا قصد نہ کرے۔ کیونکہ طلاق بوقتِ ضرورت مباح ضرور ہے، مگر ایسا ناپسندیدہ مباح ہے جس کا اگر کوئی شوہر غلط استعمال کرتا ہے تو خدا کا عرش کانپ جاتا ہے۔ ارشادِ ربُّ العالمین ہے۔

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۟ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو اُن پر ظلم کی راہ نہ تلاش کرو۔ (النساء: ۳۴)

طلاق دینے سے پہلے اپنی حالت اور کیفیت کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی جذبہ سے متأثر ہو کر طلاق تو دیدی اور پھر بے قراری اتنی بڑھے کہ حلالہ کرنا پڑے۔ مذکورہ بالا تمام امور مردوں سے متعلق ہیں، جو شوہری ذمہ داریوں سے اسلامی اصولوں کے مطابق عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھیں تاکہ گھر جنّت کا نمونہ اور اہلِ خانہ صالحیت، نیکی اور پرہیزگاری کی مثال بن سکیں۔

شوہر کے حق میں بیوی کی ذمہ داریاں

جس طرح ایک نئے خاندان کی تشکیل میں شوہر پر متعدد ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اسی طرح بیوی پر بھی بہت سے اُمور لازم ہوتے ہیں۔ اسلام نے زن و شو دونوں کی قانون، اخلاق اور تہذیب سے رہنمائی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شادی شدہ جوڑا اگر اپنی اپنی حیثیت اور مسئولیت سے واقف ہو جائے۔ اور شوہر، بیوی دونوں اپنے گراں قدر منصب اور اس کی بحُسن و خوبی ادائیگی کے دنیوی و اُخروی فوائد سے آشنا ہو جائیں تو بیشتر خانگی تنازعہ کا خاتمہ ہو جائے۔

عورت کسی مرد کی زوجیت میں آتی ہے تو گویا خدا اور رسول کی اطاعت کے بعد اس مرد کی اطاعت کا ذمہ قبول کرتی ہے۔ جس طرح مرد نکاح کے ذریعہ اس عورت کا والی و نگراں بنتا ہے۔ اور اس کی ہمہ جہتی ضروریات کی کفالت قبول کرتا ہے۔ آیئے پہلے اس سلسلہ میں ارشاداتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کریں۔

عورت جب کہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے،

اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔ تو وہ جنّت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔ (مشکوٰۃ۔ عن انس)

★ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کونسی بیوی سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بیوی جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب وہ اس کی جانب دیکھے۔ اطاعت کرے، جب وہ اسے حکم دے۔ اور اپنے اور اپنے مال کے بارے میں ایسا رویّہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔ (نسائی عن ابی ہریرہؓ)

★ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ نازل ہوئی تو ہم میں سے بعض نے کہا کہ سونا چاندی جمع کرنے کے بارے میں تو یہ آیت اُتری جس سے معلوم ہوا کہ اس کا جمع کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ اگر ہمیں پتہ ہوجائے کہ کیا جمع کرنا بہتر ہے تو اُسے جمع کرنے کی سوچیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر ذخیرہ خدا کو یاد کرنے والی زبان، شکرِ الٰہی کے جذبہ سے معمور دل، اور نیک بیوی ہے۔ جو دین کی راہ طے کرنے میں شوہر کی معاون بنتی ہے۔ (ترمذی۔ ثوبان)

حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں: میں اپنی ہم عمر لڑکیوں میں بیٹھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے ہمیں سلام کیا۔ اور فرمایا۔ تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچو! پھر فرمایا: تم عورتوں میں سے کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر عرصۂ دراز تک کنواری بیٹھی رہتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُسے شوہر دیتا ہے۔ اور اس سے اولاد ہوتی ہے۔ پھر وہ کسی بات پر غصہ ہوتی ہے تو شوہر سے یوں کہتی ہے۔ مجھ کو تجھ سے کوئی آرام نہیں ملا۔ تو نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا۔ (الادب المفرد)

★ عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے۔ اور مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے۔ (مستدرک حاکم۔ عائشہ)

○ اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی۔ ابوھریرہ)

○ جو عورت اس حالت میں دنیا سے جائے کہ اس کا شوہر راضی اور خوش ہو وہ جنّت میں جائے گی۔

خلافِ شرع امور کے علاوہ بیوی کو ہر بات میں شوہر کی اطاعت و فرماں برداری واجب ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ دورِ نبوی میں ایک شخص سفر میں گیا ہوا تھا، اور بیوی کو حکم دیا تھا کہ میری عدم موجودگی میں بالاخانے سے نیچے نہ اُترنا۔ اسی اثناء میں اس عورت کا باپ سخت بیمار ہوا۔ عورت نے خدمتِ نبوی میں بالاخانے سے اُترکر باپ کے گھر جانے کی اجازت منگوائی۔ حضور نے فرمایا اپنے خاوند کی اطاعت کر۔ پھر خبر ملی کہ اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ اس نے جانے کی اجازت چاہی۔ فرمایا شوہر کی اطاعت کر۔ الغرض باپ کی تجہیز و تکفین بھی ہوگئی۔ مگر وہ شوہر کی اطاعت کے خلاف مکان سے باہر نہیں گئی۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلایا کہ تو نے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اس کی وجہ سے تیرے باپ کو رب تعالیٰ نے بخشدیا۔ (احیاء علوم الدین۔ للغزالی)

امام غزالی حضرت عائشہ کی روایت بیان فرماتے ہیں۔ ایک جوان عورت خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جوان ہوں، لوگ مجھے عقد کا پیغام دیتے ہیں۔ اور مجھے شادی کرنا پسند نہیں۔ آپ فرمائیں کہ عورت پر شوہر کا کیا حق ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پاؤں تک مواد اور پیپ ہو اور عورت اُسے چاٹے، پھر بھی اس کا شکریہ ادا نہ کر پائے گی۔ اس نے عرض کیا کیا میں نکاح کرلوں؟ فرمایا، نکاح کرنا بہتر ہے۔ اسی طرح قبیلۂ خشعم کی ایک عورت کا واقعہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

عورت نے خدمتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آکر عرض کی۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ میں نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ بتائیں کہ شوہر کا حق کیا ہے!

آپ نے فرمایا: شوہر کا ایک حق یہ ہے کہ اگر وہ اونٹ کی پشت پر بھی حاجت کے لئے طلب کرے تو اس سے انکار نہ کرے۔ ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کے گھر کی کوئی شئے بغیر اجازت کسی کو نہ دے، اور اگر دے گی تو بھوکی پیاسی رہے گی۔ مگر روزہ قبول نہ ہوگا۔ اور اگر اپنے گھر سے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ تو جب تک گھر لوٹ کر اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرے گی، فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

عورت، کا مطلب ہی چھپائی جانے والی چیز ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے لئے سب سے زیادہ پُرامن جگہ گھر کی چہار دیواری ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ (الاحزاب ۳۳)	اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں، اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو۔ جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا۔

اس لئے عورت کی نماز گھر کی اندرونی کوٹھری میں باہری حصہ مکان اور آنگن کی بہ نسبت زیادہ مقبول و مستجاب قرار دی گئی ہے۔

حضرت اسماء بنت خارجہ فزاری جب اپنی بیٹی کو نکاح کے بعد گھر سے رخصت کرنے لگیں تو اُسے اس طرح نصیحت کی۔ اور اُسے شوہر کے ادب و احترام کا سبق سکھایا۔ فرمایا: بیٹی! جس گھر میں تو پیدا ہوئی تھی اب یہاں سے تو نکل رہی ہے۔ اب تجھے ایسے بستر پر جانا ہے جس سے تو واقف نہیں تھی۔ اب تجھے ایسے آدمی کے پاس رہنا ہے جس سے پہلے تیرا کوئی تعلق نہیں تھا۔ سُن! اگر تو اس کی سچی کنیز بن کر رہے گی، تو وہ بھی تیرے غلام کی طرح رہے گا۔ اپنی طرف سے اس کے پاس نہ جا تاکہ تجھ سے نفرت کرنے لگے۔ اور نہ اس سے دور دور رہنا کہ تجھے فراموش کر دے۔ بلکہ وہ تیرے پاس ہو تو اس کے قریب ہونا۔ اور اگر علیٰحدہ رہے تو دور رہنا۔ اس کی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا۔ کہ اس کی ناک کو تجھ سے خوشبو، اس کے کان کو خوش گفتاری، اور اس کی آنکھ کو تجھ میں کشش اور اچھی بات ہی ملتی رہے۔

نیک بیوی کی دنیا اس کا شوہر اور اس کا گھر بار بال بچے ہی ہوتے ہیں۔ شوہر کی

عزت و آبرو، مال و دولت کی حفاظت و صیانت اچھی بیوی کی نشانی ہے۔ حیادار عورت کی آواز اور اس کا جسم شوہر کا دوست یا کوئی اجنبی پہچانے اس سے بچنا چاہئے۔ اگر بدرجہ مجبوری گھر سے باہر جانا ناگزیر ہو تو سادے اور غیر اہم کپڑوں میں ڈھک چھپ کر جائے۔ راستے میں رک کر کسی سے بات نہ کرے۔ ہر حال میں شوہر کو اپنے تمام رشتہ داروں پر مقدم رکھے۔ اس کی بُرائی سے زبان آلودہ نہ کرے۔ شوہر کے رازوں کو قیمتی امانت سمجھے۔ نماز، روزے، تلاوت اور وظائف و اوراد میں دل لگائے اور اپنے ساتھ شوہر کے حق میں بھی دعائے خیر کرے۔

ملت کی پاکباز بیٹیوں سے، فقیر بدر القادری عرض گزار ہے۔

توقدر کر، مری دختر! اس اپنے شوہر کی — جو تیری عفت و عصمت کا پاسبان بنا
تو عصرِ نو کی خواتین پہ نہ شیدا ہو — مثلِ بتول کوئی حیدر سا خاندان بنا

ان ہدایات کی روشنی میں اسلام وہ صالح معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جو ہر خدا دشمن سوسائٹی کے بالمقابل خدائی دیوار بن کر کھڑا ہو سکے۔

